حقیقی تعلیماتِ اسلامیہ امامیہ کا بے باک ترجمان
اگست ۲۰۱۱ء
اللہ اکبر
ماہنامہ
دقائقِ اسلام
سرگودھا
اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوْٓءَ
Or, Who answers the distressed one when he calls upon Him and removes the evil (27:62)
زیرِ انتظام جامعہ علمیہ سلطان المدارس الاسلامیہ
زاھد کالونی عقب جوہر کالونی سرگودھا
فون: 048-3021536

کیا آپ نے کبھی سوچا ہے؟

❁ ہر شخص کو ایک نہ ایک دن عمل کی دنیا سے رخصت ہونا ہے اور جزا کے عالم میں سمانا ہے۔ یہاں جو کچھ اور جیسے اس نے عمل کیے اسی لحاظ سے اس کو مقام ملنا ہے۔ خوش نصیب ہیں، وہ افراد جنھوں نے اپنے مُستقبل پر غور کیا اور اس چند روزہ زندگی میں ایسے کام کیے جس سے ان کی زندگی زیست ہو گئی۔

❁ آپ بھی اگر چاہتے ہیں کہ قیامت تک آپ کے نامۂ اعمال میں نیکیاں جاتی رہیں اور ثواب میں اضافہ ہوتا رہے تو فی الفور حسبِ حیثیت قومی تعمیراتی کاموں میں دلچپی لیں اور قومی تعمیراتی اداروں کو فعال بنا کر عنداللہ ماجور و عندالناس مشکور ہوں۔

❁ ان قومی اداروں میں سے ایک ادارہ جامعہ عِلمیہ سُلطان المدارس الاسلامیہ سرگودھا بھی ہے۔ آپ اپنے قومی ادارے جامعہ عِلمیہ سُلطان المدارس الاسلامیہ کی اس طرح معاونت فرماسکتے ہیں۔

1. اپنے ذہین و فطین بچوں کو اسلامی علوم سے روشناس کرانے کے لیے ادارہ میں داخل کروا کر۔
2. طلبہ کی کفالت کی ذمہ داری قبول کر کے۔ کیونکہ فرمان معصوم ہے جس کسی نے ایک طالب علم کی ٹوٹے ہوئے قلم سے بھی مدد کی گویا اس نے ستر مرتبہ خانہ کعبہ کو تعمیر کیا۔
3. ادارہ کے تعمیراتی منصوبوں کی تکمیل کے لیے سیمنٹ، بجری، ریت، انٹیں وغیرہ مُہیا فرما کر۔
4. ادارہ کی طرف سے ماہانہ شائع ہونے والا رسالہ **"دقائقِ اسلام"** کے باقاعدہ ممبر بن کر اور بروقت سالانہ چندہ ادا کر کے۔
5. ادارہ کے تبلیغاتی پروگراموں کو کامیاب کر کے۔

آپ کی کاوشیں اور آپ کا خرچ کیا ہوا پیسہ صدقہ جاریہ بن کر آپ کے نامہ اعمال میں متواتر اضافے کا باعث بنتا رہے گا۔

ترسیل زر کے لیے:

پرنسپل جامعہ علمیہ سلطان المدارس الاسلامیہ

زاہد کالونی عقب جوہر کالونی سرگودھا ○ فون 0301.6702646

جلد ۱۵ | اگست ۲۰۱۱ء | شمارہ ۸

فہرست مضامین

مدیر اعلیٰ : ملک ممتاز حسین اعوان
مدیر : گلزار حسین محمدی
پبلشر : ملک ممتاز حسین اعوان
مطبع : انصار پریس بلاک ۱۰
مقام اشاعت : جامعہ علمیہ سلطان المدارس سرگودھا
کمپوزنگ : الخطاط کمپوزرز 0307-6719282
فون : 048-3021536

زرِ تعاون 300 روپے
لائف ممبر 5000 روپے

اداریہ

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی بخشش اور مغفرت کے لیے مختلف عبادات مقرر فرمائی ہیں، روزہ کی اہمیت بہت زیادہ ہے۔ ارشاد قدرت ہے: یَآاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ۔ روزہ رکھنے کو تقویٰ کا سبب قرار دیا ہے۔ ماہ مبارک توبہ اور رحمتوں کا مہینہ ہے۔ قول معصومؑ کے مطابق اگر کوئی ماہ رمضان پائے اور بخشا نہ جائے تو اس سے بڑا بدبخت اور کوئی نہیں۔ اسی طرح فرمان معصومؑ ہے کہ اگر کوئی ماں باپ کو اپنی زندگی میں موجود پائے اور بخشا نہ جائے تو وہ بھی بڑا بدبخت ہے۔ اقوال معصومینؑ میں ہے کہ روزہ صرف کھانے پینے سے رکنے کا نام نہیں ہے، بلکہ تمام اعضاء و جوارح سے روزہ کا اظہار ہونا ضروری ہے۔ زبان جھوٹ، غیبت، فحش کلامی اور اتہام سے محفوظ رہے، پیٹ رزق حرام سے محفوظ رہے، کان غیبت سننے، راگ و رنگ اور لغویات سننے سے پرہیز کریں۔ ہاتھ مال حرام کمانے اور کمزوروں پر ظلم کرنے سے محفوظ رہیں، آنکھ نامحرم کو دیکھنے سے بچی رہے۔ غرض تمام اعضائے انسانی سے ظاہر ہو کہ اس شخص کا روزہ ہے۔ اگر یہ صورت حال ہو تقویٰ کا حاصل ہونا یقینی ہے۔ روزہ جسمانی اور روحانی تربیت کا نام ہے اور منشائے الٰہی یہ ہے کہ میرے بندے ایک ماہ کے روزے رکھ کر تقویٰ کی منزل پر فائز ہو جائیں۔ اس طرح سارا سال وہ اعمال صالحہ بجا لاتے رہیں گے، اللہ تعالیٰ ماہ صیام میں تھوک کے حساب سے گناہ معاف فرماتا ہے اور ہر عبادت کا کئی گنا زیادہ اجر و ثواب عطا فرماتا ہے۔

ہمارے معاشرے میں تاجر لوگ ماہ مبارک میں ذخیرہ اندوزی اور چور بازاری کے ذریعے عوام الناس کے لیے مشکلات پیدا کر دیتے ہیں۔ غیر مسلم اقوام اپنے تہواروں کے موقع پر اشیاء کی قیمتیں کم کر دیتی ہیں، مگر ہمارے تاجران ہوس زر میں مبتلا ہو کر ہر شئی کے دام بڑھا دیتے ہیں۔ یہ سب باتیں تقویٰ کے خلاف ہیں۔ ہر مسلمان کو چاہیے کہ ماہ مبارک میں اپنے کردار کو سنوارنے کی کوشش کرے اور تربیت کے اس مہینے کی برکت سے پورا سال بلکہ پوری زندگی تقویٰ کی منازل طے کرتا رہے۔ حقوق اللہ کے ساتھ ساتھ حقوق العباد پر زیادہ توجہ دے اور اپنی اخلاقی قدروں کو اعلیٰ پیمانے پر پہنچانے کی کوشش کرے۔ اللہ تعالیٰ ماہ مبارک کے طفیل ہمارے وطن پاکستان کو استحکام عطا فرمائے اور ترقی کی راہوں پر گامزن فرمائے۔

باب العقائد

حوض کوثر کا بیان

تحریر: آیۃ اللہ الشیخ محمد حسین نجفی مدظلہ العالی موسس و پرنسپل جامعہ سلطان المدارس سرگودھا

حوض کوثر کے متعلق احادیث کثیرہ مستفیضہ وارد ہوئی ہیں، صاحب حق الیقین نے وسیلہ، لواء الحمد، حوض کوثر اور شفاعت والی احادیث کو متواتر قرار دیا ہے۔ حوض پر ایمان و اعتقاد رکھنے کی اہمیت ظاہر کرنے کے لیے جناب رسول خدا ﷺ کی یہی حدیث کافی ہے جسے مصنف علام نے اپنی کتاب امالی اور عیون اخبار الرضا میں جناب امام رضا علیہ السلام سے اور انھوں نے اپنے آباء و اجداد طاہرینؑ کے سلسلہ سند سے جناب رسول خدا ﷺ سے روایت کیا ہے۔ فرمایا:

من لم یومن بحوضی فلا اوردہ اللہ حوضی و من لم یومن بشفاعتی فلا انالہ اللہ شفاعتی۔

جو شخص میرے حوض پر ایمان نہ رکھے خدا اسے میرے حوض پر وارد نہ کرے۔ اور جو شخص میری شفاعت پر ایمان نہ رکھے خدا اسے میری شفاعت نصیب نہ کرے۔

سورۃ مبارکہ الکوثر میں جو لفظ کوثر وارد ہے: انا اعطینٰک الکوثر۔ اے رسولؐ ہم نے تمھیں کوثر عطا کیا ہے۔ اس کی تفسیر میں متعدد ایسی روایتیں موجود ہیں جن میں کوثر کی تفسیر حوض کوثر سے کی گئی ہے۔ ہاں بعض روایتوں میں اس کی تفسیر کثرت اولاد سے بھی کی گئی ہے۔ چونکہ کفار آنحضرتؐ کو ابتر (نسل بریدہ) کہتے تھے، خداوند عالم نے ان کی تردید کرتے ہوئے فرمایا: ہم نے تمھیں اولاد کثیر عطا کی ہے۔ ابن عباس سے اس کی تفسیر خیر کثیر کے ساتھ کی گئی ہے اور بعض مفسرین نے نبوت اور بعض نے قرآن اور بعض نے شفاعت سے بھی اس کی تفسیر کی ہے۔

فی الحقیقت ان تمام تفاسیر میں کوئی تعارض و اختلاف نہیں ہے۔ چنانچہ علامہ طبری نے اپنی تفسیر مجمع البیان جلد ۲ بذیل تفسیر کوثر یہ سب مختلف تفسیریں لکھنے کے بعد لکھا ہے۔

و اللفظ محتمل للکل فیجب ان یحمل علی جمیع ما ذکر من الاقوال فقد اعطاہ اللہ سبحانہ الخیر الکثیر و وعدہ الخیر الکثیر فی الاخرۃ و جمیع ھذہ الاقول تفصیل الجملۃ التی ھی الخیر الکثیر فی الدارین۔

یعنی لفظ کوثر ان سب معانی کا متحمل ہے، لہذا واجب ہے کہ اسے ان تمام معانی پر حمل کیا جائے۔ چنانچہ خداوند عالم نے آنحضرتؐ کو دنیا میں خیر کثیر عطا فرمایا اور آخرت میں بھی خیر کثیر عطا فرمانے کا وعدہ کیا ہے اور درحقیقت یہ سب اقوال خیر کثیر فی الدارین والے جملہ کی تفصیل ہیں۔

حوض کوثر کی کیفیت کا بیان

حوض کوثر کی کیفیت کیا ہے؟ اس کے متعلق

کتب فریقین میں بکثرت روایتیں موجود ہیں اور اس کی جو کیفیت مصنف علام علیہ الرحمۃ والرضوان نے بیان کی ہے۔ یہ معمولی اختلاف الفاظ و عبارات کے ساتھ تفسیر قمی، بشارۃ المصطفیٰ میں جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے مصنف کی امالی میں ابن عباس سے، مناقب شہر بن آشوب میں بحوالہ حلیۃ الاولیاء حافظ ابونعیم اصفہانی، انس بن مالک سے اور کامل الزیارۃ میں بروایت مسمع جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے۔ اسی سلسلہ میں کتاب مجالس شیخ مفید علیہ الرحمہ اور بشارۃ المصطفیٰ میں ابن عباس سے روایت ہے کہ جب سورۂ انا اعطینٰک الکوثر نازل ہوئی تو جناب امیرالمومنین علیہ السلام نے عرض کیا یا رسول اللہ اس نہر کی کچھ صفت تو بیان فرمائیں۔

آن جنابؐ نے فرمایا یا علی کوثر ایک نہر ہے جو عرش اعظم کے نیچے جاری ہے۔ اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید، شہد سے زیادہ میٹھا اور گھی سے زیادہ نرم ہے۔ ان کے کنکر زبرجد یاقوت اور مرجان ہیں۔ اس کا گھاس زعفران اور مٹی مشک اذفر ہے۔

یہ فرما کر آنجنابؐ نے اپنا دست مبارک جناب امیرالمومنین علیہ السلام کے پہلو پر رکھا اور فرمایا یا علیؑ یہ نہر میرے اور تمہارے اور تمہارے محبوں کے لیے ہے۔

جعلنا اللہ من محبیھم و شیعتھم و حشرنا فی زمرتھم بجاھھم صلوات اللہ علیھم۔

حضرت امیرالمومنین علیہ السلام کے

ساقی کوثر ہونے کا اثبات

جناب مصنف علامؒ نے جو یہ فرمایا ہے کہ حوض کوثر سے پلانے والے جناب امیرالمومنین علیہ السلام ہوں گے۔ یہ امر کتب فریقین کی بکثرت روایات سے ثابت ہے۔ چنانچہ:

امالی شیخ صدوق علیہ الرحمہ میں جناب رسول خدا ﷺ سے مروی ہے، فرمایا: یا علی انت اخی و وزیری و صاحب لوائی فی الدنیا و الاخرۃ و انت صاحب حوضی و من احبک احبنی و من ابغضک ابغضنی۔ یا علیؑ تم میرے بھائی، وزیر اور دنیا و آخرت میں میرے جھنڈے کے حامل ہو۔ (دنیا میں آپ کا حامل علم جنگ ہونا تو واضح ہے اور آخرت میں حامل علم ہونے کا یہ مطلب ہے کہ قیامت کو آنحضرت کا لواء الحمد جو اتنا بڑا وسیع ہے کہ بروز قیامت تمام انبیاءؑ و مرسلینؑ اور ان کے اوصیاء اور کامل مومنین اسی کے زیر سایہ ہوں گے اس کے علاوہ محشر میں اور کوئی سایہ نہ ہوگا۔ جناب امیر علیہ السلام کے ہاتھوں میں ہوگا۔ جناب امیرؑ کی یہ فضیلت بھی کتب فریقین میں ہے ملاحظہ ہو مناقب شہر بن آشوب، ینابیع المودۃ، ارجح المطالب وغیرہ) اور تم ہی میرے حوض کے ساقی ہو۔ تمہارا دوست میرا دوست اور تمہارا دشمن میرا دشمن ہے۔ نیز اسی کتاب میں آں حضرت کا یہ ارشاد بھی موجود ہے۔ فرمایا: من اراد ان یتخلص من ہول القیامۃ فلیتول ولی و لیتبع وصی و خلیفتی من بعدی علی بن ابی طالب فانہ صاحب حوضی یذود عنہ اعدائہ و یسقی اولیائہ فمن لم یسق منہ لم یزل عطشانا و لم یروا ابدا و من سقی منہ شربۃ لم یشق و لم یظما ابدا۔

جو شخص قیامت کے ہولناک حالات سے نجات چاہتا ہے اسے چاہیے کہ میرے ولی سے دوستی رکھے اور میرے وصی

وخلیفہ جناب علی بن ابی طالبؑ کی اتباع وپیروی کرے۔ کیونکہ یہی میرے حوض کے ساقی ہیں۔ وہ اس سے اپنے دشمنوں کو دور ہٹائیں گے اور اپنے دوستوں کو اس سے سیراب کریں گے، جو شخص اس سے نہیں پی سکے گا وہ ہمیشہ ہی پیاسا رہے گا اور کبھی سیراب نہیں ہوگا۔ اور جو شخص اس سے ایک مرتبہ پی لے گا وہ نہ تکلیف اٹھائے گا اور نہ ہی پھر اسے پیاس لگے گی۔

کتاب خصال شیخ صدوق علیہ الرحمۃ میں جناب امیر علیہ السلام سے مروی ہے فرمایا:

انا مع رسول الله و معی عترتی علی الحوض فمن ارادنا فلیاخذ بقولنا و لیعمل بعملنا فان لکل اهل بیت نجیب و لنا شفاعة و لاهل مودتنا شفاعة فتنافسوا فی لقاءنا علی الحوض فانا نذود عنه اعدائنا و نسقی منه احبائنا و اولیائنا و من شرب شربة لم یظما بعدها ابدا۔ الحدیث۔

میں حوض کوثر پر رسول خداؐ کے ساتھ ہوں گا اور میری عترت بھی وہاں میرے ساتھ ہوگی۔ پس جو شخص ہماری ملاقات کا خواہش مند ہے اسے چاہیے کہ ہمارے قول وفعل پر عمل کرے۔ کیونکہ ہر گھر سے کچھ نجیب و شریف ہوتے ہیں (جو ہماری کامل اتباع کرے گا وہ نجیب متصور ہوگا) ہمارے لیے اور ہمارے محبوں کے لیے شفاعت ثابت ہے۔ پس حوض پر ہم سے ملاقات کرنے کی کوشش کرو۔ کیونکہ ہم وہاں سے اپنے دشمنوں کو دور ہٹائیں گے اور اپنے محبوں کو سیراب کریں گے۔ جو شخص اس کا ایک گھونٹ پی لے گا اسے کبھی پیاس نہ لگے گی۔

ایسی احادیث سے ہماری کتب حدیث مملو و مشحون ہیں۔ نیز برادران اسلامی کی کتب میں بھی بکثرت ایسی روایات موجود ہیں، جن سے جناب امیر علیہ السلام کا ساقی کوثر ہونا ثابت ہوتا ہے۔

اس سلسلہ میں کتاب ارجح المطالب، ینابیع المودۃ، مطالب السؤل اور ارشاد القلوب دیلمی وغیرہ کتب قابل ملاحظہ ہیں۔

آنجنابؑ کی یہ صفت اس قدر مسلم ہے کہ آپ کا لقب ہی ساقی کوثر مشہور ہوگیا ہے اور شعراء نے بھی جا بجا آپؑ کے حق میں اس لقب کو استعمال کیا ہے۔ اگر خوف طوالت دامن گیر نہ ہوتا تو ہم یہاں مختلف شعراء کرام کا کچھ کلام بطور نمونہ پیش کرتے۔

★★★★★

بقیہ خلافت قرآن کی نظر میں

اور جو بوجھ رسولؐ نے اٹھایا ہے اور جو ذمہ داری رسولؐ نے خدا کی طرف سے قبول کی ہے وہ اور ہے اور وہ ذمہ داری جو انسانوں نے خدا کی طرف سے قبول کی ہے وہ انسانوں کے پاس خدا کی امانت ہے اور وہ خدا اور اس کے رسولؐ کی اطاعت ہے۔

اور وہ ذمہ داری جو پیغمبرؐ نے خدا کی طرف سے قبول کی ہے وہ پیغمبرؐ کے پاس خدا کی امانت ہے اور اس امانت کے بارے میں خدا کا حکم آگے آتا ہے۔

(باقی آئندہ)

شریعت مقدسہ میں وصیت کرنے کی بڑی تاکید وارد ہوئی ہے۔ بعض احادیث میں وارد ہے کہ: الوصیۃ حق علی کل مسلم۔ وصیت کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔

بعض میں وارد ہے کہ تم میں سے بدترین لوگ وہ ہیں جو وصیت کے بغیر مر جائیں۔

اور بعض اخبار میں یہ موجود ہے کہ مومن کو چاہیے کہ جب رات کے وقت بستر خواب پر سوئے تو اپنا وصیت نامہ لکھ کر اپنے تکیہ کے نیچے رکھ دے۔

اگرچہ ہر حال میں وصیت کرنا حسن ہے مگر بیماری کی حالت میں تو اور بھی موکد ہے۔ بہرکیف وصیت میں چند چیزوں کو ملحوظ رکھنا چاہیے۔ بہتر ہے کہ وصیت تحریری شکل میں کی جائے، جس میں:

۱۔ اپنے عقائد ایمانیہ بیان کرکے ان پر اہل ایمان کی تصدیق ثبت کرائی جائے۔

۲۔ اگر کچھ حقوق اللہ اس کے ذمہ ہیں تو ان کی ادائیگی کے متعلق اپنے ورثاء کو تاکید کرے۔

۳۔ کسی کا حق العباد اس کے ذمہ ہے تو اسے ادا کرنے یا اس سے معافی طلب کرنے کا تذکرہ کیا جائے۔

۴۔ اپنے بیوی بچوں کے متعلق مناسب ہدایات درج کی جائیں۔

۵۔ جن لوگوں کو اس کی وراثت سے کچھ نہیں ملتا جیسے پوتے پوتیاں یا دور کے رشتہ دار یا بیوی (جسے غیر منقولہ جائیداد سے کچھ نہیں ملتا) ان کے حق میں کچھ وصیت کی جائے۔

۶۔ غرباء و مساکین اور یتامیٰ و بیوگان کے لیے کچھ مال کی وصیت کی جائے اور بالخصوص:

۷۔ اپنے مال میں سے کچھ حصہ صدقہ جاریہ جیسے مساجد و مدارس بنانے اور علوم دینیہ کی نشر و اشاعت کرنے اور اس قسم کے دیگر رفاہی کاموں کے لیے مخصوص کیا جائے۔

۸۔ اگر صاحب جائیداد ہے تو ایسے امور خیریہ کے لیے کچھ جائیداد وقف کر جائے۔

وفقنا اللہ لما یحب و یرضی انہ خیر موفق معین۔

باب التفسیر

کس قسم کے لوگوں کی توبہ کا قبول کرنا اللہ کے ذمہ لازم ہے

تحریر: آیۃ اللہ الشیخ محمد حسین نجفی مدظلہ العالی موسس و پرنسپل جامعہ سلطان المدارس سرگودھا۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اِنَّمَا التَّوۡبَۃُ عَلَی اللّٰہِ لِلَّذِیۡنَ یَعۡمَلُوۡنَ السُّوۡٓءَ بِجَہَالَۃٍ ثُمَّ یَتُوۡبُوۡنَ مِنۡ قَرِیۡبٍ فَاُولٰٓئِکَ یَتُوۡبُ اللّٰہُ عَلَیۡہِمۡ ؕ وَکَانَ اللّٰہُ عَلِیۡمًا حَکِیۡمًا (۱۷) وَلَیۡسَتِ التَّوۡبَۃُ لِلَّذِیۡنَ یَعۡمَلُوۡنَ السَّیِّاٰتِ ۚ حَتّٰۤی اِذَا حَضَرَ اَحَدَہُمُ الۡمَوۡتُ قَالَ اِنِّیۡ تُبۡتُ الۡـٰٔنَ وَلَا الَّذِیۡنَ یَمُوۡتُوۡنَ وَہُمۡ کُفَّارٌ ؕ اُولٰٓئِکَ اَعۡتَدۡنَا لَہُمۡ عَذَابًا اَلِیۡمًا (۱۸)

ترجمۃ الآیات

توبہ قبول کرنے کا حق اللہ کے ذمہ صرف انہی لوگوں کا ہے جو جہالت (نادانی) کی وجہ سے کوئی برائی کرتے ہیں، پھر جلدی توبہ کر لیتے ہیں، یہ ہیں وہ لوگ جن کی توبہ خدا قبول کرتا ہے۔ اور اللہ بڑا جاننے والا اور بڑی حکمت والا ہے۔ (۱۷) ان لوگوں کی توبہ (قبول) نہیں ہے جو (زندگی بھر) برائیاں کرتے رہتے ہیں، یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کی موت کا وقت آ جاتا ہے، یہ وہ ہیں جن کے لیے ہم نے دردناک عذاب مہیا کر رکھا ہے (۱۸)

تفسیر الآیات

اِنَّمَا التَّوۡبَۃُ الآیۃ

اس آیت مبارکہ میں قبولیت توبہ کے شرائط بیان کیے جا رہے ہیں جو یہ ہیں کہ:

☆ اللہ کے ذمہ ان لوگوں کی توبہ قبول کرنا ہے جو جہالت و لاعلمی کی وجہ سے گناہ کرتے ہیں۔

☆ پھر جلدی توبہ کر لیتے ہیں۔

☆ خدا ان لوگوں کی توبہ ہرگز قبول نہیں کرتا جو گناہ پر گناہ کیے جاتے ہیں، اور جب موت سامنے نظر آتی ہے تو کہتے ہیں کہ اب ہم توبہ کرتے ہیں۔

☆ اور نہ ہی خدا ان کی توبہ قبول کرتا ہے جو حالت کفر میں مر جاتے ہیں۔ یہ آیات بڑی حوصلہ شکن ہیں اور بڑے سخت شرائط توبہ پر مشتمل ہیں۔ ذیل میں مذکورہ بالا باتوں کی قدرے وضاحت کی جاتی ہے۔

☆ توبہ قبول کرنے کا حق جو اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لیا ہے اس کا فضل و کرم ہے، ورنہ کون ہے جو اس پر وجوب عائد کر سکے؟۔

☆ خدا ان کی توبہ قبول کرتا ہے جو جہالت کی وجہ سے گناہ کرتے ہیں، اس کا مفہوم تو یہ نکلتا ہے کہ جو لوگ علماً و عمداً گناہ کرتے ہیں ان کی توبہ قبول نہیں ہونی چاہیے۔ مگر حضرت امام جعفر صادقؑ سے اس کی جو تفسیر مروی ہے اس سے مستفاد ہوتا ہے کہ گنہگار خواہ جاہل ہو یا عالم جب وہ اپنے خالق و مالک کی معصیت و نافرمانی کرتا ہے تو وہ اس وقت جاہل ہوتا ہے۔ فرمایا:

کل ذنب عمله العبد و ان کان عالما فهو جاهل حین خاطر نفسه فی معصیة ربه.

پھر امام نے ثبوت میں جناب یوسفؑ کے اس قول کو پیش کیا ہے جو انھوں نے اپنے بھائیوں سے کہا تھا:

هل علمتم ما فعلتم بیوسف و اخیه اذ انتم جاهلون.

کیا تمھیں معلوم ہے کہ تم نے یوسفؑ اور اس کے بھائی سے کیا سلوک کیا تھا، جبکہ تم جاہل تھے۔ (مجمع البیان وصافی وغیرہ)

بنابریں گویا جہالت کی لفظ حماقت و بے وقوفی کے معنی میں ہے۔

☆ پھر جلدی توبہ کر لیتے ہیں۔ اس جلدی سے کیا مراد ہے؟۔ اس قریب کے متبادر الی الذہن معنی تو وہی ہیں جو عرف عام میں سمجھے جاتے ہیں کہ وہ کھٹکھٹاتے ہیں اور جب وہ ایسا کرتے ہیں تو اسے کھلا پاتے ہیں۔ اس کے ایک معنی یہ بھی کیے گئے ہیں کہ قبل اس سے کہ برائی نفس پر چھا جائے اور نیکیاں کھا جائے۔ (صافی) مگر اکثر مفسرین نے اس کا مفہوم یہ بیان کیا ہے کہ آثار موت نمودار ہونے سے پہلے توبہ کرتے ہیں۔ لان ما بین الانسان و بین الموت قریب۔ کیوں انسان اور موت کے درمیان جو فاصلہ ہے وہ قریب ہے۔ بعض ائمہ اہل بیتؑ صحابہ اور تابعین سے یہی معنی منقول ہیں۔ (مجمع البیان وغیرہ) ظاہر ہے کہ اسے خدائے رحیم وکریم کی انتہائی شفقت و رافت ہی قرار دیا جا سکتا ہے۔

بعض احادیث میں آنحضرتؐ سے مروی ہے، فرمایا: ان الله یقبل توبة العبد مالم یغرغر۔ اللہ اس وقت تک بندہ کی توبہ قبول کرتا ہے جب تک موت کا غرغرہ شروع نہ ہو۔ (ایضا) بعد ازاں کتاب زندگی ختم ہو جاتی ہے اور امتحان کی مہلت پوری ہو جاتی ہے۔ تو اب توبہ کا کیا موقع؟ ہاں البتہ اگر اس وقت بھی قبول کر لے تو یہ اس کا تفضل تو ہو سکتا ہے مگر یہ وہ توبہ نہیں ہے جس کا قبول کرنا خدا کے ذمہ لازم ہے۔

☆ جو گناہ پر گناہ کرتے رہتے ہیں حتی کہ جب آثار موت نمودار ہو جاتے ہیں تو اب کہتے ہیں اب ہم توبہ کرتے ہیں۔ اللہ ان کی توبہ قبول نہیں کرتا۔ کیونکہ درحقیقت یہ توبہ ہی نہیں بلکہ خدا سے مذاق ہے۔ جب تک گناہ کرنے کی سکت تھی تو عمر بھر گناہ پر گناہ کرتے رہے، اور اب جبکہ گناہ کرنے کی سکت ہی نہ رہی تو پھر توبہ کرنے کا کیا مطلب؟

وقت پیری گرگ ظالم می شود پرہیزگار

یعنی

عمر ساری تو کٹی عشق بتاں میں مومن
آخری وقت کیا خاک مسلماں ہوگے

ہاں البتہ تفضل چیزے دیگر است ولا راد لفضله

☆ نیز اللہ ان لوگوں کی توبہ بھی قبول نہیں کرتا جو کہ حالت کفر میں مرتے ہیں کہ کافر و مشرک اور منافق ہیں اور یہ بات بالکل واضح ہے کیونکہ توبہ کی قبولیت کی لازمی شرط یہ ہے کہ وہ کفر ترک کر کے اسلام لائیں اور جب وہ مری کفر پر رہے ہیں تو کفر سے توبہ کب کی ہے کہ جسے اللہ تعالیٰ قبول کرے؟ اور اگر کسی اور گناہ وعصیاں سے توبہ کرتے ہیں تو اس کا کوئی فائدہ نہیں ہے، جبکہ کفر پر مر رہے ہیں۔

توبہ کی قبولیت کے دیگر بعض شرائط کا بیان

ارشادرب العزت ہے:

وانی لغفار لمن تاب وامن وعمل صالحا ثم اهتدی

میں ان لوگوں کی توبہ قبول کرتا ہوں جو:

☆ توبہ کریں یعنی اس گناہ سے رجوع کریں (اسے چھوڑ دیں) جس سے توبہ کر رہے ہیں اور اس پر نادم ہوں اور آئندہ اس کے نہ کرنے کا عزم بالجزم بھی کریں۔

☆ ایمان لائیں (اگر پہلے بے ایمانی کرتے رہے ہیں)

☆ نیک عمل کریں جبکہ پہلے بدعملی کرتے رہے ہوں اور اس نیک عمل میں تلافی مافات بھی داخل ہے کہ اگر خدا کا حق ادا نہیں کیا، جیسے نماز نہیں پڑھی، روزہ نہیں رکھا، تو اس کی قضا کریں، اور اگر مخلوق کی حق تلفی کی ہے تو اسے ادا کریں، یا صاحبان حق سے معاف کرائیں۔

☆ راہ راست پر آجائیں (اگر پہلے بے راہ روی کرتے رہے ہیں) اس کا نام ہے توبۃ النصوح جس کا قبول کرنا خدا کے ذمہ از راہ لطف و کرم لازم ہے۔ اور اگر کبھی بتقاضائے بشریت توبہ کر کے اسے توڑ بیٹھیں تو مایوس نہ ہوں بلکہ فوراً اپنے آقا و مولا کی بارگاہ میں پلٹ آئیں اور زنجیر در توبہ کو ہلائیں، تو دروازہ توبہ کھل جائے گا۔ کیونکہ ؎

اے درگہ ما در کہ نومیدی نیست
صد بار اگر توبہ شکستی باز آ
کہ

للتائب من لا ذنب کمن لا ذنب لہ

❶ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے، فرمایا: ایک مومن کا اپنے دوسرے برادر مومن پر یہ حق ہے کہ وہ ☆ ان کی بھوک مٹائے ☆ اس کا بدن چھپائے ☆ اس کی پریشانی کا ازالہ کرے ☆ اگر وہ وفات پا جائے تو اس کی جانشینی کرے۔ (اصول کافی)

❷ معلی بن خنیس نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سوال کیا کہ مومن کے مومن پر کیا حقوق ہیں؟ فرمایا: ستر حقوق ہیں۔ مگر میں سر دست صرف سات حقوق بتاتا ہوں۔ کیونکہ مجھے اندیشہ ہے کہ تم سارے سن کر برداشت نہ کرسکو۔ راوی نے عرض کیا فرمائیں۔ فرمایا: ☆ تم پیٹ بھر نہ کھاؤ جبکہ وہ بھوکا ہو ☆ تم کپڑا نہ پہنو جبکہ وہ ننگا ہو ☆ تم اس کے راہنما بنو ☆ اس کے لیے وہی کچھ پسند کرو جو اپنے لیے پسند کرتے ہو ☆ اگر تمہارے پاس کنیز ہے تو اس کے کام کاج کی انجام دہی کے لیے اس کے پاس بھیج ☆ اس کی غیبت نہ کر ☆ اگر بیمار ہو جائے تو اس کی تیمارداری کر۔ (اصول کافی)

❸ راوی نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سوال کیا کہ مومن کا مومن پر کیا حق ہے؟ فرمایا: ☆ اس کی محبت دل میں رکھی جائے ☆ مال و منال کے ساتھ اس کے ساتھ ہمدردی کی جائے ☆ جو اس پر زیادتی کرے اس کے خلاف اس کی مدد کی جائے ☆ اگر فوت ہو جائے تو اس کے اہل و عیال میں اس کی جانشینی کی جائے ☆ اگر مر جائے تو اس کی قبر کی زیارت کی جائے ☆ اس پر ظلم و زیادتی نہ کی جائے ☆ اسے بے یار و مددگار نہ چھوڑا جائے ☆ اسے جھٹلایا نہ جائے ☆ اس سے خیانت نہ کی جائے ☆ اسے اُف بھی نہ کی جائے۔ (اصول کافی)

سوالات جناب سید عارف حسین شاہ نقوی ایم اے آف پہاڑپور ضلع ڈیرہ اسماعیل خان (گزشتہ سے پیوستہ)

سوال نمبر ۲۳۷: آیت اللہ سید محمد حسین فضل اللہ نے کتاب مذکور کے صفحہ ۳۰۳ پر دینی قصیدوں کے اشعار کو موسیقی کے ساتھ سننا جائز قرار دیا ہے۔ قرآن وحدیث سے کیا واضح ہوتا ہے؟

الجواب باسمہ سبحانہ: میں نے اپنے رسالہ اصلاح المجالس والمحافل اور قوانین الشریعہ فی فقہ الجعفریہ جلد ۲ میں قرآن وسنت کی روشنی میں ثابت کیا ہے کہ غنا یعنی موسیقی کی حرمت زنا کی طرح اس طرح ذاتی ہے کہ قابل تخصیص بھی نہیں ہے۔ لہٰذا موسیقی بہر حال حرام ہے لیکن اگر کسی عبادت وسعادت کے کام میں جیسے تلاوت قرآن یا اذان یا مراثی میں اس کا ارتکاب کیا جائے تو اس کی حرمت میں اور بھی اضافہ ہو جاتا ہے۔ لانہ معصیۃ فی محل العبادۃ۔ یہی وجہ ہے کہ مشہور فقہی کتاب العروۃ الوثقیٰ جو پانچ فقہاء کے حواشی کے ساتھ عراق سے شائع ہوئی ہے، اس میں صاف لکھا ہے کہ

لافرق فی حرمتہ ان یکون فی قرآن اواذان اورثاء او غیر ذلک

یعنی غنا وموسیقی کی حرمت میں اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ وہ قرآن کی تلاوت میں ہو یا اذان میں یا جناب سید الشہداء کے مرثیہ وغیرہ میں۔ ھذا ھو الحق الحقیق بالاتباع لا ماحررہ السید فضل اللہ۔

سوال نمبر ۲۳۸: آیت اللہ مذکور نے کتاب مذکور کے صفحہ ۲۷۶ پر رقم فرمایا ہے کہ آیت سید ابوالقاسم خوئی مردوں کے مردوں میں اور خواتین کے خواتین میں رقص کو مباح سمجھتے ہیں۔ بشرطیکہ شہوت انگیز نہ ہو۔ قرآن وحدیث سے وضاحت فرمائیں۔

الجواب باسمہ سبحانہ: ہمیں سرکار آیت اللہ الخوئی اعلی اللہ مقامہ کے کسی ایسے فتویٰ کا کوئی علم نہیں ہے۔ ہم تو صرف اتنا جانتے ہیں رقص جس کے معنی ناچنے کے ہیں یہ شریفوں کا کام نہیں بلکہ ڈوم ڈلوں کا کام ہے اور اسلام ہرگز کسی ایسے گھٹیا کام کرنے کی اجازت نہیں دیتا جو کسی شریف آدمی کی شرافت پر بدنما دھبہ ہو۔ ویسے یہ شرط بھی قابل غور ہے کہ بشرطیکہ شہوت انگیز نہ ہو۔ بھلا وہ کونسا رقص ہے بالخصوص عورتوں کا جو شہوت انگیز نہ ہو؟ لہٰذا اس سے اجتناب لازم ہے۔

سوال نمبر ۲۳۹: نیک بخت بطن مادر میں بھی نیک بخت ہوتا ہے اور بدبخت بطن مادر میں بھی بدبخت ہوتا ہے۔ الحدیث۔ جبر وقدر کے حوالہ سے اس کی اصل حقیقت کیا ہے؟

الجواب باسمہ سبحانہ: اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ خداوند عالم جس کا علم ازلی و ابدی ہے وہ اس بچہ کے انجام کو جانتا ہے جو ہنوز شکم مادر میں ہے کہ بڑا ہو کر اپنے عزم وارادہ سے نیک بخت ہوگا یا بد بخت ہوگا؟ اور ظاہر ہے کہ علم کا معلوم کے عمل پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔ اس میں صرف عالم کا کمال ہوتا ہے کہ وہ کس واقعہ کو اس کے وقوع سے پہلے جانتا ہے۔ اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ جب بچہ بطن مادر میں ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس پر نیک بختی یا بد بختی کو مقدر کر دیتا ہے اور اس پر مسلط کر دیتا ہے۔ کیونکہ یہ بات عدل خداوندی کے منافی ہے۔ اور بندہ کے فاعل مختار ہونے کے بھی مناقض ہے جو کہ ناقابل رد دلائل سے ثابت ہے۔

سوال نمبر ۲۴۰: کیا ایک عورت مجتہدہ بن سکتی ہے؟ تو پھر اس کی تقلید جائز ہوگی، اگر نہیں تو کیوں؟ جبکہ مرد اور عورت دونوں پر علم کا حصول لازم ہے؟

الجواب باسمہ سبحانہ: ہاں بن سکتی ہے، مگر فقہاء امامیہ کا اتفاق ہے کہ چند منصب اتنے جلیل القدر ہیں کہ عورت ان پر فائز نہیں ہو سکتی۔

☆ مردوں کو امامت کرانا یعنی نماز پڑھانا

☆ قضاوت کے منصب پر فائز ہونا اور لوگوں کے مقدمات کے فیصلے کرنا

☆ تقلید کرانا کہ لوگ اس کی تقلید کریں۔

ہاں اگر وہ مجتہدہ ہے تو عورتوں کو احکام بتا سکتی ہے۔ امر و نہی کا فریضہ ادا کر سکتی ہے اور تبلیغ دین بھی کر سکتی ہے۔ علم خود ایک زیور ہے اور زیب و زینت کا باعث ہے۔ تقلید کرنا کرانا اس کا جزء لاینفک تو نہیں ہے۔

سوال نمبر ۲۴۱: ولایت تصرف، وولایت تکوینی کا مفہوم و حقیقت کیا ہے؟

الجواب باسمہ سبحانہ: جو لوگ معصومینؑ کی ولایت تکوینی کے قائل ہیں ان کے نزدیک اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک نہیں ہے بلکہ پندرہ ہیں۔ ایک اللہ تعالیٰ اور دوسرے چہاردہ معصومین علیہم السلام۔ جبکہ حقیقت الامر یہ ہے اور مذہب اہل بیتؑ کی تعلیم و تلقین بھی یہ ہے کہ کائنات ارضی و سماوی میں جس طرح اپنے اس طرح تصرف کرنا اور امور تکوینیہ از قسم خلق کرنا و رزق دینا اور موت و حیات مقرر کرنا، بیمار کو صحت عطا کرنا اور مصیبت زدہ کو مصیبت سے نجات دینا وغیرہ امور کو انجام دینا صرف ذات خداوندی کا خاصہ ہے۔ الذی بیدہ ملکوت کل شئ جس کے قبضۂ قدرت میں کائنات کی باگ ڈور ہے۔ اس کی ذات، صفات، افعال اور عبادت میں کوئی اس کا شریک نہیں ہے۔ یفعل ما یشاء و یحکم ما یرید۔ ان باتوں میں کوئی بھی مخلوق اس کے ساتھ شریک نہیں ہے۔ لہٰذا یہ عقیدہ رکھنا کہ اللہ کے سوا کوئی اور ہستی بھی ان تصرفات کونیہ میں اللہ کے ساتھ شریک ہے۔ اور اس کے صرف ارادہ اور کن کہنے سے کائنات میں تغیر و تبدل واقع ہو جاتا ہے۔ یہ وہ شرک جلی ہے جو کہ خداوند عالم کے نزدیک قابل عفو و مغفرت نہیں ہے۔

ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ و یغفر ما دون ذلک لمن یشاء۔

بڑے قلبی دکھ اور درد کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ جس چیز کا نام ائمہ اہل بیتؑ کے عہد میں تفویض تھا جس کے قائلین

پر انھوں نے لعنت بھیجی ہے اور جس کو تیرھویں اور چودھویں صدی میں شیخیت کا نام دیا گیا آج بدقسمتی سے اسی چیز کا نام ایک نئے اور خوشنما غلاف میں لپیٹ کر ولایت تکوینی رکھ دیا گیا ہے۔ ع

نیا جال لائے پرانے شکاری

دعا ہے کہ خداوند عالم ہماری قوم کو اپنا قرآن پڑھنے اور سمجھنے اور چہاردہ معصومین علیہم السلام کے کلام حق ترجمان کے پڑھنے اور سمجھنے اور اس کے مطابق عقیدہ رکھنے اور عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور خود تراشیدہ عقیدہ و عمل سے دامن بچانے کی سعادت مرحمت فرمائے بجاہ النبی وآلہ (جاری ہے)

جناب عبدالستار ولد علی خان آف چکڑالہ ضلع میانوالی حال وارد کراچی کے سوالات کے جوابات

سوال نمبر ۱: کیا یہ جو ماتم کرتے ہیں، اس کا شرعاً کتنے تک اجازت ہے۔

الجواب باسمہ سبحانہ: عام روایتی ماتم جائز ہے۔ البتہ اس خونی ماتم سے اجتناب لازم ہے جس سے جان کے تلف ہونے کا اندیشہ ہو۔

سوال نمبر ۲: جو ہمارے بھائی، میں خود ان میں شامل ہوں، جو قمیص اتار کر ماتم کرتے ہیں، یہ جائز ہے؟ کیونکہ اسلام میں تو پردے کا لحاظ رکھا گیا ہے۔ کیونکہ جدھر ماتم ہو رہا ہوتا ہے ادھر شہروں میں تو فٹ پاتھ پر عورتیں کھڑی ہوتی ہیں۔ کیا غیر محرم مرد کو ننگے جسم دیکھنا جائز ہے؟

الجواب باسمہ سبحانہ: اگر نامحرم عورتیں دیکھ رہی ہوں تو پھر قمیص اتار کر ماتم کرنا جائز نہیں ہے۔

سوال نمبر ۳: یہ جو ہم زنجیر زنی کرتے ہیں اس کی کہاں تک اجازت ہے۔ بعض علماء تو کہتے ہیں بلکہ علامہ طالب جوہری کو میں نے خود سنا ہے کہ یہ خون کا ضیاع ہے۔ اس سے بہتر ہے کہ کسی کو عطیہ دے دو۔ اس بارے میں آپ کا کیا فرمان ہے؟

الجواب باسمہ سبحانہ: پہلے سوال کے جواب میں واضح کیا جا چکا ہے کہ زنجیر و قمہ زنی وغیرہ کا خونی ماتم جس سے جان کے تلف ہونے کا اندیشہ ہو، جائز نہیں ہے۔ ارشاد قدرت ہے: لا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ۔ اپنے آپ کو ہلاکت میں مت ڈالو۔ لہٰذا اگر اس خون کے ذریعہ سے کسی مریض کی جان بچائی جائے تو یہ کام یقیناً خدا و مصطفیٰ اور آل عبا کی خوشنودی کا باعث ہے۔

سوال نمبر ۴: کیا اس خون آلودہ کپڑوں اور جسم سے نماز ہو جاتی ہے، اگر نہیں ہوتی تو میں آپ سے ہاتھ باندھ کر سوال کرتا ہوں اس نفلی عبادت کا کیا فائدہ جس سے فرض ترک ہو جائے۔

الجواب باسمہ سبحانہ: خون آلودہ کپڑوں یا خون آلودہ بدن کے ساتھ نماز باطل ہے۔

سوال نمبر ۵: جس بندے نے ماتم حسینؑ کرتے کرتے نماز کو چھوڑ دیا کیا اہل بیتؑ اسے اپنا تسلیم کریں گے؟

الجواب باسمہ سبحانہ: اہل بیتؑ اس کو اپنا محب اور پیروکار سمجھتے ہیں جو پہلے مقصد شہادت حسینؑ کو سمجھے اور پھر اس پر عمل بھی کرے۔ ظاہر ہے کہ مقصد شہادت دین اسلام کی بقا تھا اور نماز اسی دین کا رکن اعظم ہے۔ تو جو

اس فریضہ کو ضائع کرے وہ اہل بیتؑ کا کیا لگتا ہے؟

سوال نمبر ۶: ہماری مائیں بہنیں باہر کھڑی ہو کر غیر محرم کو ننگا دیکھ رہی ہوتی ہیں۔ کیا یہ جائز ہے؟

الجواب باسمہ سبحانہ: پردہ واجب ہے اور دیدہ پھاڑ پھاڑ کر نامحرم مردوں کو دیکھنا حرام ہے۔

سوال نمبر ۷: دس محرم، چہلم امام حسینؑ یا اس کے علاوہ کچھ مخصوص دن ہوتے ہیں یا ویسے مجلس عزا حضرت امام حسینؑ ہو رہی ہوتی ہے تو اذان کا وقت ہو جاتا ہے اس کے لیے کوئی وقفہ نہیں ہوتا۔ کیا حضرت امام حسینؑ نے اسی کے لیے قربانیاں دی ہیں۔

الجواب باسمہ سبحانہ: سرکار سید الشہداءؑ نے خود اپنے عمل سے دنیا کو بتایا کہ جب نماز کا وقت داخل ہو جائے تو ہر کام حتی کہ محاربہ کربلا بھی روکا جا سکتا ہے۔ مگر نماز کو وقت فضیلت سے موخر نہیں کیا جا سکتا۔ لہٰذا جلسہ ہو یا جلوس، نماز کی ادائیگی کے لیے وقفہ رکھنا لازم ہے۔

سوال نمبر ۸: ہماری مائیں بہنیں ماتم داری کرتی ہیں تو ان کی آواز کیا غیر محرم نہیں سنتے۔ حضرت علیؑ کو تو اپنی بیٹیوں کی آواز اپنے نیک صحابہؓ کے کانوں تک پہنچنا بھی ناگوار تھی۔ آپ اس کے بارے میں کیا فرمائیں گے۔

الجواب باسمہ سبحانہ: شرعی نقطہ نگاہ سے عورتوں کی آواز اور ان کی آہ و گریہ وزاری عورتوں تک ہی محدود ہونی چاہیے۔ واللہ العاصم

سوال نمبر ۹: کالا کپڑا جسے ہم کفنی یا خفنی کہتے ہیں کیا اس کی امتی کے لیے اجازت ہے؟

الجواب باسمہ سبحانہ: کالا رنگ شرعاً پسندیدہ نہیں ہے۔ لہٰذا عمامہ، عبا اور موزہ کے سوا کالے رنگ کی ہر چیز استعمال کرنا جیسے کالی ٹوپی اور کالی جوتی وغیرہ یا کالے رنگ کے کپڑے میں نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

سوال نمبر ۱۰: ہمارے سے سوال کیا جاتا ہے کہ آپ ماتم اور زنجیر زنی کیوں کرتے ہیں تو ہمارا جواب ہوتا ہے کہ شہدائے کربلا کے وارثوں کو پرسہ دے رہے ہیں۔ اور یہ بھی کہتے ہیں کہ ہم اپنی عقیدت کا اظہار کر رہے ہیں، جس طرح حضرت اویس قرنیؒ نے اپنے سارے دانت قربان کیے تھے تو اس کا جواب تو یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حضرت امام حسینؑ نے تو میدان کربلا میں سر کٹا دیا تھا تو آپ بھی سر کٹوائیں نا۔ اس کے بارے میں کوئی مدلل دلیل دیں۔

الجواب باسمہ سبحانہ: آپ کا جواب چونکہ غلط ہے اس لیے اس پر اعتراض وارد ہوتا ہے۔ اصل جواب یہ ہے کہ کربلا والوں پر گریہ وزاری اور ماتم داری اس لیے کرتے ہیں کہ وہ ہمارے محبوب و پیشوا ہیں اور ان پر ظلم و ستم کے پہاڑ گرائے گئے اس لیے بموجب قانون فطرت جہاں آگ جلتی ہے وہی جگہ گرم ہوتی ہے۔ ہم اپنے محبوبوں کے مظالم پر گریہ و بکاء کرتے ہیں۔ بقول شاعر۔

دل ہی تو ہے نہ سنگ و خشت درد سے بھر نہ آئے کیوں
روئیں گے ہم ہزار بار کوئی ہمیں ستائے کیوں

الغرض ؏

تو ہین و مصائب پہ بہا لیتے ہیں آنسو

بھلا وہ آل محمدؐ جن کی محبت امت پر بطور اجر رسالت واجب تھی اس کے ادا کرنے کا طریقہ یہی تھا۔

سوال نمبر ۱۱: مذہب شیعہ کہاں سے شروع ہوا ہے اور اس کا بانی کس امام کو مانا جاسکتا ہے؟

الجواب باسمہ سبحانہ: مذہب شیعہ اسلام کی حقیقی تعبیر و تفسیر کا نام ہے۔ لہٰذا یہ پیغمبر اسلام سے شروع ہوا اور انہی نے ہی فرمایا یا علی انت وشیعتک ہم الفائزون یوم القیامۃ۔ یا علیؑ قیامت کے دن آپ اور آپ کے شیعہ ہی کامیاب و کامران ہوں گے۔ (صواعق محرقہ وتحفہ اثناعشریہ وغیرہ)

سوال نمبر ۱۲: ہمارے مذہب کے لوگ عموماً خلفائے راشدین کے بارے میں نازیبا الفاظ استعمال کرتے ہیں تو اس بارے میں میرا جیسا کم علم آدمی کچھ کہنے کا کہاں تک حق رکھتا ہے؟

الجواب باسمہ سبحانہ: پیغمبر اسلام کے دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد خدا و رسول کے فرمان کے مطابق آپ کے قائم مقام اور عالم اسلام کے راہبر و امام حضرت علیؑ اور آپ کی اولاد میں سے گیارہ امام یعنی کل بارہ امام ہی جانشین رسول، ان کے قائم مقام، وارث اسلام و قرآن اور کائنات کے ہادی ورا ہنما ہیں۔ لہٰذا جو شخص بھی اس معاملہ میں ان سے اختلاف کرے گا ہم اس سے بری و بیزار ہیں۔ کائنا من کان۔ یعنی جو بھی ہو۔

سوال نمبر ۱۳: ہماری فقہ میں احادیث مبارکہ کی کون کونسی کتابوں کو مستند مانا جاتا ہے۔ نام لکھ کر نوازیں۔

الجواب باسمہ سبحانہ: ویسے تو ہمارے مذہب کی ہر ہر موضوع پر ہزاروں کتابیں موجود ہیں۔ مگر زیادہ مشہور کتب اربعہ (چار کتابیں) ہیں، جو یہ ہیں: ☆ اصول و فروع کافی ☆ من لا یحضرہ الفقیہ ☆ تہذیب الاحکام ☆ الاستبصار۔

میری ذاتی توضیح المسائل کا نام قوانین الشریعہ فی فقہ الجعفریہ ہے، جو دو جلدوں میں ہے۔ جو آپ کو ارسال کردی جائے گی۔ ان شاء اللہ

جناب سید احمد رضوی آف کراچی کے سوالات اور ان کے جوابات

سوال نمبر ۱: مردے کا صدقہ کیوں اتارا جاتا ہے؟

الجواب باسمہ سبحانہ: اگر کہیں ایسا ہوتا ہے تو یہ صرف رسم ہے شرعاً اس کا کوئی حکم نہیں ہے۔

سوال نمبر ۲: مردے کے منہ کے اندر عقیق (پتھر) اور آنکھوں پر سجدہ گاہ رکھنے کا عمل کیسا اور اس کی وجہ کیا ہے؟

الجواب باسمہ سبحانہ: یہ بھی صرف ایک رسم ہے جس کی شرعاً کوئی حقیقت نہیں ہے۔

سوال نمبر ۳: کیا کوئی شخص کسی لاوارث بچے کی پرورش کرتے ہوئے اسے اپنا نام دے سکتا ہے تاکہ بچہ لاولد نہ کہلائے؟

الجواب باسمہ سبحانہ: ایسا کرنا جائز نہیں ہے۔ ارشاد قدرت ہے: ما ادعیاء کم ابناء کم۔ جس کو بیٹا کہہ دیا جائے وہ بیٹا بن نہیں جاتا۔ نیز ارشاد قدرت ہے: ادعوھم لآبائھم۔ ان کو ان کے حقیقی آباء و اجداد کی طرف نسبت دو کہ یہ فلاں بن فلاں ہے۔

سوال نمبر ۴: کیا مسجد میں لگے ہوئے ماربلز پر سجدہ ہوسکتا ہے؟

الجواب باسمہ سبحانہ: احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ اس پر سجدہ نہ کیا جائے۔ واللہ العالم

سوال نمبر۵: اگر کوئی شخص کسی ایسے شخص کی تقلید کر رہا ہو جو حقیقتاً مجتہد نہ ہو تو ایسے شخص کے لیے کیا حکم ہے جو حقیقت کا علم رکھتا ہو، آیا وہ تقلید کرنے والے شخص کو اس کی حقیقت سے آگاہ کرے جس کی وہ تقلید کر رہا ہے یا خاموشی اختیار کیے رکھے؟

الجواب باسمہ سبحانہ: یہ تقلید کرنے والے کا فرض ہے کہ وہ تقلید کرنے سے پہلے پوری تحقیق کر لے کہ جس کی وہ تقلید کر رہا ہے وہ اس کا اہل بھی ہے یا نہیں ہے۔ دوسرے کے لیے خاموشی بہتر ہے۔ واللہ العالم

سوال نمبر۶: کیا مجھے مرحوم محترم حسین بروجردی مرحوم محترم محسن الحکیم طباطبائی اور مرحوم محترم ابوالقاسم خوئی صاحب (خدا ان پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے) جیسے اعلم مجتہدین کی فہرست مل سکتی ہے جو اپنے وقت میں تمام مجتہدین پر سبقت رکھتے تھے؟

الجواب باسمہ سبحانہ: ایسی کوئی مرتب فہرست ہمارے پاس موجود نہیں ہے۔ واللہ العالم

باب المتفرقات

قرآن وہ کتاب ہے جو درس انقلاب ہے

تحریر: پروفیسر منور عباس قمر جھنگ شہر

قرآن مجید اللہ کی (بقرہ:۱) ہر غلطی اور شک سے پاک عظیم الشان کتاب ہے جو (بقرہ:۲) متقین (بقرہ:۹۷) مومنین (نحل:۸۹) مسلمین (لقمان:۳۱) محسنین (بقرہ:۱۸۵) انسانیت، بلکہ (اعراف:۱۵۴) کائنات کے لیے ہدایت ورحمت ہے (یونس:۵۷) یہ دلوں کی بیماریوں کا علاج ہے۔ علاوہ ازیں یہ قانون حیات (COD OF LIFE) ہے۔ اس کا ایک مقصد (نساء:۱۰۵) ہم نے قرآن آپ پر اس لیے نازل کیا کہ آپ لوگوں میں سچے برحق فیصلے کریں۔ اور بددیانت لوگوں کی طرفداری نہ کریں۔ پھر یہ دنیاوی معاشی مسائل کا حل بھی ہے۔ (مائدہ:۶۶) اگر یہ لوگ توریت انجیل اور خدا کی نازل کردہ کتابوں کو قائم رکھتے تو انھیں اوپر نیچے ہر طرف سے رزق ملتا۔

گویا قرآنی آیات ہر طریقہ سے انسانیت کی رہنمائی کرتی ہیں۔ اسی لیے اس میں ہر زمانے کے معاشرتی، معاشی، اخلاقی اور فلاحی احکام و قوانین ہیں۔ توحید، رسالت اور امامت یعنی (LEDERSHIP) کو دلائل وثبوت (LOGIC) سے واضح کیا گیا اور اس کے اصول وضوابط سے آگاہ کیا گیا۔ خدا کی بے شمار نعمتوں کا تذکرہ اور نیک وباکردار لوگوں کے لیے انعامات کی خوشخبری، بدکار وبدعمل لوگوں کے لیے عذاب ووعید اور آخرت کے انجام کا تذکرہ بھی۔ پھر عبادات، معاشرتی مسائل اور ان کا حل اور اخلاقی اقدار کی تفصیل بھی ہے۔ یعنی یہ کتاب ہر لحاظ سے مکمل لائحہ عمل دیتی ہے۔ اور سورہ مائدہ آیت نمبر ۳۔ ایک مکمل دین اور کامیاب طرز زندگی کی نشاندہی کرتی ہے۔

قرآن کے ایک حرف کا اس کی مرضی کے مطابق پڑھنا یقیناً دس نیکیوں کا باعث ہے اور حدیث سے ثابت ہے کہ بعد از قیامت جنت کے اعلیٰ مقامات میں حافظوں کو کہا جائے گا کہ قرآن پڑھتے جاؤ اور بلند ہوتے جاؤ۔ لیکن اس سے صرف الفاظ قرآن کی حفظ مراد نہیں بلکہ پڑھنا، سمجھنا اور پوری طرح اپنی زندگی کو قرآنی تعلیمات کے مطابق ڈھالنا اور دوسروں کو اس پر عمل کرانا مقصود ہے۔ اور اسی لیے فرمایا گیا کہ تمام انسانیت میں اچھے لوگ وہی ہیں جو قرآن پڑھتے اور پڑھاتے ہیں۔ یعنی پورے صحت الفاظ کے ساتھ اور اچھی طرح معانی و معرفت مطالب کو جان کر پوری دیانت و جرأت کے ساتھ عمل بھی کرتے ہیں اور دوسروں کو بھی اس کی طرف راغب کرتے ہیں۔ ورنہ حدیث میں تو یہ بھی ہے کہ جہنم کی چکیوں میں حفاظ کے

سروں کو پیسا جائے گا۔ یعنی جو لوگ قرآنی الفاظ تو یاد کر لیتے ہیں لیکن مطالب و معانی کی معرفت حاصل نہیں کرتے یا پھر پڑھنے کے باوجود ان کا عمل و کردار قرآن سے متضاد ہوتا ہے تو ان کا انجام (آل عمران: ۱۸۸) جو اپنی آسائشوں اور نعمتوں پر نازاں اور عمل کیے بغیر تعریف کے خواہاں ہیں انھیں عذاب سے محفوظ نہ سمجھو۔ ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔

بلا شبہ قرآن کا دعویٰ برحق ہے (بنی اسرائیل: ۹) یہ قرآن سب سے صحیح اور سیدھے راستے کی ہدایت کرتا ہے اور اعمال صالحہ بجالانے والے مومنین کے لیے خوشخبری ہے اور ان کے لیے بڑا اجر ہے۔ پھر (سورہ روم: ۵۸ سورہ زمر: ۲۷ سورہ اسرا: ۸۹ اور سورہ کہف: ۵۴) میں ارشاد ہے کہ ہم نے اس قرآن میں ہر طرح کی مثالیں پیش کر دی ہیں۔ اور (سورہ نبا: ۲۹ میں) یہ بھی فرمایا گیا: ہم نے سب کچھ قرآن میں سمو دیا ہے۔ سورہ نمل (آیت ۷۵) میں بتایا گیا کہ زمین و آسمان کی تمام غائب از نظر چیزیں کتاب مبین میں موجود ہیں۔ سورہ یونس (آیت ۶۱) میں فرمایا ہر چھوٹی بڑی چیز کتاب مبین میں مل سکتی ہے۔ اور سورہ انعام (آیت ۵۹) میں یہ برحق دعویٰ ہے کہ ہر خشک و تر کا ذکر کتاب مبین میں ہے۔ اور سورہ جن (آیت ۱) میں قوم جن کا یہ اقرار کہ واقعی قرآن عجیب شئی ہے۔ سورہ ابراہیم (آیت ۲۵) میں فرمایا کہ اس کے ثمرات ہمیشہ اور ہر وقت ملتے ہیں۔ سورہ رعد (آیت ۳۱) میں اس کی عظمت یوں بیان کی گئی کہ قرآن سے پہاڑوں کو حرکت دی جا سکتی ہے۔ زمینوں کے فاصلے طے ہو سکتے ہیں (With In No Time) بلکہ مردوں سے بھی گفتگو کی جا سکتی ہے۔ پھر سورہ اسریٰ (آیت ۸۸) میں عظمت بے مثال کا یوں ذکر کیا گیا کہ جن و انس مل کر کوشش کریں تب بھی اس کی مثال ناممکن ہے۔ اور سورہ کہف (آیت ۱۰۹) میں فرمایا: کلمات رب اگر لکھے جائیں اور سمندر سیاہی بن جائیں وہ سیاہی ختم ہو جائے گی لیکن کلمات کا احاطہ ناممکن ہے۔ بلکہ سورہ لقمان (آیت ۲۷) میں تو فرمایا: ایک نہیں سات سمندر بطور سیاہی استعمال ہوں تب بھی کلمات الٰہی کا شمار (Counting) ناممکنات میں سے ہے۔ سورہ اعراف (آیت ۱۴۵) اس کا مقصد ہر شے کی وضاحت و نصیحت قرار دیا۔ سورہ ابراہیم (آیت ۱) میں الرٰ کے بعد مقصد قرآن تاریکیوں سے روشنی کی طرف لانا قرار دیا۔ چنانچہ سورہ نور (آیت ۳۵) اس کو مشکوٰۃ یعنی فانوس سے تشبیہ دی۔ جس میں شیشے کے مختلف گلوبز میں چراغ، شمعیں، بلب روشن ہوں۔ جن کی چمک دمک ستارے کی طرح ہو اور وہ چراغ شجرۂ مبارکہ سے روشن ہو۔ یہ پورے قرآن سے نمونتاً چند آیات کا حوالہ دیا گیا۔ ورنہ قرآن حکیم ایسی آیات سے لبریز ہے۔ سورہ قمر (۱۷، ۲۲، ۳۲) میں اس کو ذکر کے لیے آسان کیا گیا اور سورہ شعراء (آیت ۱۹) قرآن قرآن واضح عربی زبان میں نازل کیا گیا ہے۔ پھر (سورہ قیامت آیت ۱۷) اس کے جمع کرنے اور پڑھانے کی ذمہ داری بھی ذات ذوالجلال کی ہے، اور (سورہ حجر آیت ۹) نازل فرمانے کے بعد خود ہی حفاظت کا ذمہ

لیا۔ (سورہ نحل آیت ۸۹) اس کو ہر شے کی وضاحت قرار دیا۔ لیکن اس کے باوجود قرآن مجید کو غور و فکر کے ساتھ پڑھنے کی دعوت دی۔ سورہ محمد (آیت ۲۴) میں افسوس کے ساتھ فرمایا کہ لوگ قرآن میں تدبر کیوں نہیں کرتے۔ کیا ان کے دلوں پر قفل، تالے ہیں۔ کیونکہ علم و معرفت اور غور و فکر اور جاننے والوں کی رہبری کے بغیر پڑھیں گے تو فرمایا: (سورہ بقرہ آیت ۲۶) اسی قرآن سے بہت سے لوگ گمراہ ہوجاتے ہیں۔ چنانچہ سورہ انبیاء (آیت ۲) میں فرمایا: اگر تمھیں کسی بات کا صحیح علم نہیں تو اہل ذکر سے پوچھ لیا کرو۔ چنانچہ:

سرور دوعالم اور ہادی کل جن کی اطاعت (سورہ آل عمران آیت ۳۱) خدا کی محبت کے حصول کا تقاضا قرار دیا اور (سورہ نجم آیت ۳) جن کی زبان کو ترجمان وحی الٰہی قرار دیا، نے اس دنیا سے روپوشی اور انتقال فرماتے ہوئے وصیت کی کہ میں تم لوگوں میں دو بھاری (ہم وزن و ہم پلہ) چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں اور وہ کتاب خدا اور میری عترت و اہل بیتؑ ہیں۔ جب تک تم ان دونوں سے مکمل تعلق رکھو گے کبھی گمراہ نہیں ہوسکتے اور قرآن نے بھی اس کی تصدیق کی کہ قرآن متقین کے لیے ہدایت ہے۔ تو یہ امام متقین ہیں۔ (سورہ بقرہ آیت ۲۲۲) اگر خدا پاکیزہ لوگوں کو پسند کرتا ہے تو یہ (سورہ احزاب آیت ۳۳) خدا کی طرف سے پاک پاکیزہ ہیں۔ اگر (سورہ توبہ آیت ۱۱۹) صادقین کے ساتھ رہنے کا حکم دیتا ہے تو یہ (آل عمران آیت ۶۱ مباہلہ میں ازلی صادق ہیں۔ (سورہ مجادلہ آیت ۱۱) انھیں اولوا العلم کے درجات کی بلندی حاصل ہے۔ تو ان کے گھر (سورہ نور ایت ۳۶) ان گھروں کو خدا نے بلندی دی جن میں اس کا ذکر ہوتا ہے۔ اور صبح شام اس کی تسبیح کی جاتی ہے۔ پھر سورہ یاسین (آیت ۱۲) میں ہے کہ ہم نے سب علوم و معارف امام مبین میں رکھ دیے ہیں اور (سورہ اسراء آیت ۷۱) قیامت میں سب کو امام کے ساتھ پکاریں گے۔ اور سورہ سجدہ (آیت ۲۴) میں فرمایا: ان کے صبر کی بنیاد پر انھیں عہدہ امامت و ہدایت تفویض کیا گیا۔ اور اسی لیے یہ بات یقینی ہے۔ جس طرح (سورہ احزاب آیت ۲۱) اسوۂ رسولؐ کی پیروی لازم ہے تو بقول ترجمان وحی یہ سب کے سب (اہل بیتؑ) محمدؐ ہیں۔ اول و آخر و اوسط کے فرق کے بغیر یہ سب محمدؐ ہیں۔ اگر بزبان نبی ﷺ ان میں ایک علیؑ (آدمؑ و نوحؑ و موسیٰؑ و عیسیٰؑ یعنی) جملہ انبیاء کی صفات کا آئینہ ہے، تو یہ چودہ کے چودہ معصومینؑ بھی کل انبیاء کی صفات و کمالات کے حامل و وارث ہیں۔ اگر (سورہ الانسان آیت ۳۰) تم وہی چاہتے ہو جو مشیت کردگار ہوتی ہے، کے اول مصداق رسولؐ نے فرمادیا کہ مثل کلمات رب اگر علیؑ کے کمالات و فضائل جن و انس مل کر لکھیں اور سمندر سیاہی ہوجائیں، درخت تمام قلموں کے لیے استعمال ہوں تب بھی ان کا شمار ناممکن ہے۔ تو یہ سب اہل بیتؑ اسی مقام کے حامل ہیں۔ اگر قرآن مصباح ہدایت ہے تو بفرمان ناطق وحی حسینؑ ہدایت کا چراغ ہے۔ یعنی ہر امام معصوم اپنے زمانے کا مصباح ہدایت ہے۔ اگر قرآن قیامت تک لافانی کتاب ہے تو اہل بیتؑ بھی بفرمان نبی

حوض کوثر پر قرآن کے ساتھ پہنچیں گے۔ اور اس وقت تک کبھی ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے یا علیؑ کے متعلق فرمایا کہ وہ قرآن کے ساتھ اور قرآن علیؑ کے ساتھ ہیں۔ تو یہ ایک علیؑ کی بات نہیں بلکہ ہر ہر امام اپنے زمانے کا علیؑ یعنی قرآن کتاب صامت وخاموش اور اہل بیت قرآن ناطق ہیں اور اس کا مظاہرہ شہید ظلم، معنی ذبح عظیم حسین علیہ السلام نے کیا کہ جسم اقدس کربلا کی گرم ریت پر ہے اور سینکڑوں میل دور سر مبارک دمشق کے بازاروں میں منبر نوک سناں پر جسم کے بغیر تلاوت قرآن کرکے بتا رہے ہیں کہ ہم قرآن کے ساتھ بھی ہیں۔ محافظ و حافظ قرآن بھی ہم ہیں۔ دین کے سچے ہادی و رہبر بھی ہم ہیں اور بولا قرآن بھی ہم ہیں۔

اور اہل بیت تو وہ کوثر ہیں جن کی عطا پر رسولؐ دوعالم کو قربانی اور نماز شکر کا حکم سورہ کوثر میں دیا گیا اور انھیں ذریت رسولؐ مباہلہ میں بنا کر بقاء رسولؐ اور بقاء اسلام کی ضمانت قرار دیا گیا اور پھر سورہ کوثر میں عاص بن وائل جیسے ان کے دشمنوں کو ہمیشہ کے لیے ابتر قرار دیا گیا اور حسین منی و انا من الحسین فرما کر بھی ہر وارث حسینؑ معصوم امام کو بعد رسول ضامن بقاء اسلام قرار دیا۔

اور محمدؐ نبی سے تا امام مہدیؑ، ان چودہ ہستیوں میں چار محمدؐ (محمد مصطفےٰؐ، محمد باقرؑ، محمد تقیؑ، محمد مہدیؑ) اور چار علیؑ (علی بن ابی طالبؑ، علی زین العابدینؑ، علی رضاؑ، و علی نقیؑ) اور حسنؑ و حسینؑ و حسن عسکریؑ کے علاوہ جعفر صادقؑ و موسیٰ کاظمؑ (جن کے علم کا بغداد و مدینہ کیا پورا عالم معترف ہے اور زمانے کے امام ان کے در کے ریزہ چین پر فخر کرتے ہیں) اور یہ تمام چودہ ہستیاں زمین و آسمان کے تمام علوم دینی و دنیاوی کے ہر زمانے میں ہادی و رہبر رہے ہیں۔ علم و معرفت یا تقویٰ و عبادت، سخاوت و کرم ہو یا حلم و شجاعت۔ ہر اعلیٰ صفت میں کائنات کی ممتاز حیثیت کے مالک ہیں۔

لیکن افسوس صد افسوس (سورۃ فرقان آیت ۳۰) رسولؐ شکوہ فرمائیں گے ان لوگوں نے قرآن کو چھوڑ دیا۔ (آل عمران آیت ۱۸۷) اور انھوں نے قرآن کو پس پشت ڈال دیا اور یہ سلوک غیر مسلموں نے نہیں بلکہ خود اہل اسلام و مومنین نے کیا۔ پھر صرف قرآن صامت سے نہیں بلکہ قرآن ناطق یعنی رسولؐ و اہل بیتؑ سے بھی یہی سلوک آج بھی مسلمانوں اور نام نہاد اہل ایمان نے روا رکھا ہوا ہے۔ بلکہ (اگر گستاخی پر محمول نہ کیا جائے تو کلمہ حق کہنے دیجیے) کہ علماء کی اکثریت بھی اس جرم میں برابر شامل ہے۔

کیا سیرت معصومینؑ پر عمل ہو رہا ہے اور کیا ہمارے علماء و ذاکرین، عزادار و عزاخانے اس سلسلے میں اپنا مثبت کردار ادا کر رہے ہیں۔ یا اکثریت رسم و رواج اور پرانی جھوٹی روایات کو سیرت پر ترجیح دیتی ہے اور علماء چشم پوشی سے کام لیتے ہیں اور کردار معصومین محافل و مجالس میں پیش نہیں کیا جاتا۔ کیا ہر مجلس میں معصومین کی عبادت و ریاضت خشیت الٰہی اور اخلاق حسنہ کے پہلو پر گفتگو ہوتی ہے؟ ہرگز نہیں۔ بلکہ بعض بلکہ اکثریت عوام کے نزدیک تو اس کی ضرورت بھی محسوس نہیں کی جاتی۔ اور ان کی سیرت کے تذکرے

کرنے والوں کو بھی مورد طعن بنایا جاتا ہے۔

اور اسی طرح قرآن مجید کی بھی آیات عبادت و بندگی سے تعلق رکھنے والی تلاوت ہی نہیں کی جاتی اور ان پانچ سو آیات کی نشاندہی ہی نہیں کی جاتی جن کا تذکرہ اکبر کے زمانے میں ملا جیون نے اور آیات الاحکام کے مصنف نے سینکڑوں برس پہلے کیا ہے اور ہمارے مدارس جن کا مقصد ہی ترویج قرآن و آئین قرآن ہے، بنیادی کتب صرف ونحو (گرامر) اور دیگر علوم علم بیان وبلاغت، مناظرہ، و منطق وفلسفہ جو قرآن فہمی کی بنیاد ہیں، وہ تو کئی سال تک پڑھائی جاتی ہیں لیکن مقصد تعلیم یعنی فہم قرآن ابھی تک مدارس میں شروع ہی نہیں کیا گیا۔

اور ظاہر ہے ہر شخص کی ذاتی زندگی اگر عمل بالقرآن سے عاری وخالی ہے تو یہ زندگی انتہائی فضول بلکہ اخروی عذاب کی بنیاد ہے۔ کیونکہ (سورہ عصر مکمل) کے تحت نجات صرف ایمان وعمل صالحہ اور ترویج حق و صبر سے ممکن ہے۔ اگر یہ نہیں تو پھر آگ کے بھڑکتے ہوئے شعلوں، جو پہاڑوں کو چھو رہے ہوں گے اور گردن میں لوہے کے بھاری طوق جن کی وجہ سے گردن جھک نہ سکے گی اور انتڑیوں کو جھلسا دینے والے گرم پانی، تھوہر کے کانٹے دار تنے اور شاخوں کی غذا اور زخموں سے نکلنے والی پیپ جہنم کی وادیوں میں پینے کے لیے تیار ہو جاؤ، ورنہ:

آیئے ہم عہد کریں کہ تمام افراد قوم، افسران، ملازمین، وکلاء و تاجر و سیاست دان غرض زندگی کے کسی بھی شعبہ سے تعلق رکھنے والے کی حیثیت سے ہم سب:

☆ قرآن پاک صحیح تلفظ وزبر زیر اور قرآئت کے ساتھ پڑھنا سیکھیں اور اپنی غلطیوں کو دور کریں۔

☆ قرآن پاک کے لیے ضروری گرامر کی تعلیم حاصل کر کے قرآن کے معانی پر عبور حاصل کرنے کے لیے علماء کی خدمات سے فائدہ اٹھائیں۔

☆ قرآن پر عمل کے لیے سیرت معصومینؑ کا علم و معرفت، تقویٰ وخضوع اور خلوص کے لحاظ سے مطالعہ کریں اور ان کی سیرت پر عمل کا عہد کریں۔

☆ مدارس دینیہ میں قرآن کا ترجمہ اور آیات احکام شامل نصاب کیا جائے۔ اور

☆ نہج البلاغہ وصحیفہ علویہ وصحیفہ کاملہ جیسی کتابیں شامل نصاب کی جائیں۔

☆ اور کتب اربعہ احادیث کا دورہ اور خصوصا سیرت کی احادیث شامل نصاب کی جائیں۔

☆ تدریجا ہر استاد کو کم از کم دو دفعہ لازمی طور پر مذکورہ نصاب پڑھانے کا موقع دیا جائے۔

☆ مبلغین کے لیے قرآن اور مذکورہ کتب کا مطالعہ شامل نصاب کیا جائے۔

باب المنقولات

ارباب منبر و عزاداران حسینؑ

تحریر: سید اسد حسین نقوی ڈھوک سیداں ہکل ضلع راولپنڈی

کوئی لٹ گیا اور آج تک بس نہ سکا، کبھی کسی نے سوچا کہ وہ لٹا کیوں تھا؟ صرف اور صرف اسلام کی خاطر۔ صرف مجالس پڑھنے یا سننے کے لیے حسینؑ شہید نہیں ہوئے تھے، بلکہ ایک مقصد تھا، اس مقصد کو امام علیہ السلام نے ہر موقع پر اپنے خطبات کے ذریعہ لوگوں تک پہنچایا۔ اس مقصد کے لیے ابن عوسجہ، حبیب، سعید جیسے لوگ مظلوم امامؑ کی حمایت میں گھروں سے نکل آئے تھے۔ انہی ایام میں کوفہ وشام کے مسند نشین خون حسینؑ کی قیمت لگا رہے تھے۔ بھاؤ طے ہو رہے تھے۔ حکیم بن طفیل، حرملہ اور ذی الجوشن قیمت لگاتے اور وصول کرتے رہے۔ تاریخ نے دونوں کردار اپنے دامن میں سمیٹ کر ہر انسان کو متوجہ کر دیا، مگر افسوس کہ آج حسینؑ کے ماننے والے بھی اسی صف میں کھڑے خون شبیرؑ کے بھاؤ طے کرتے نظر آتے ہیں۔ ارباب منبر اور عزادار دو عظیم رابطے ہیں، مگر اکثریت میں حقیقت سے دور جا رہے ہیں۔ میرے سامنے امام باقرؑ کا فرمان آیا جس میں انھوں نے شیعہ کی تین اقسام بنائی ہیں۔ ☆ جو روزی کمانے کے لیے اپنے آپ کو شیعہ کہلواتے ہیں۔ ☆ شہرت کمانے کے لیے اپنے آپ کو شیعہ کہلواتے ہیں ☆ جو ہماری محبت میں حلال و حرام کو پہچانتے ہیں، واجبات کو ادا کرتے ہیں، حرام سے بچتے ہیں، ان کی زندگیاں اللہ اور ہماری رضا کے مطابق ہوتی ہیں۔ اب ہر عقل وشعور والا ان تین قسموں میں سے جس کا انتخاب کر سکتا ہے امام مظلومؑ کی صدا آج بھی سنائی دے رہی ہے، جیسے اپنوں میں کھڑے ہو کر حسینؑ ہل من ناصر ینصرنا کہہ رہے ہیں۔ اور وقت کا امامؑ پردہ غیبت میں رو رہا ہے۔

قارئین ایک وقت وہ بھی تھا جب عزادار یہ چاہتا تھا کہ مجھے امام مظلوم کا ذکر سنانے والا مل جائے۔ نامور، بحر المصائب، شہباز پاکستان جیسے القابات والی شخصیت کا ہونا یا شخصیت پرستی کا عنصر نہیں تھا، بلکہ جو بھی ائمہ ہدیٰ کی شان میں گفتگو کرتا ان کے مصائب سناتا، اسی محفل کو مجلس جانا جاتا اور وہاں بیٹھنا سعادت سمجھتا، یہاں تک کہ گھر کا سربراہ خود ہی بچوں بڑوں کو مجلس سناتا جس میں بڑی روحانیت تھی۔ یقیناً وہی لوگ امامؑ کے عزادار تھے جنھوں نے سنت امام سجادؑ کے مطابق عزاداری کا اہتمام کیا۔

☆ دوسرا تعلق پڑھنے والوں کا تھا، چاہے وہ عالم ہوتے یا ذاکر، وہ باوضو فضائل ومصائب پڑھتے۔ ان کی نگاہ بانیان کی جیب پر نہیں، بانیان کی کوٹھی بنگلوں پر نہیں

بلکہ منبر حسینؑ پر جا کر عبادت سمجھ کر خطاب کرنا ہوتا۔ ان کی نگاہ میں یہ نہ ہوتا کہ میری مجلس میں نعرے اور بین زیادہ ہوں گے، مجھے زیادہ دعوتیں ملیں گی، واہ واہ کی بجائے مقصد حسینؑ پہنچانا اپنا حق سمجھتے، جو کہ رضائے الٰہی کا سبب تھا۔ جب تک یہ دونوں سلسلے عزادار اور صاحبان منبر کے اس طرح رہے تب تک حقیقی عزاداری رہی۔ جبکہ آج کا دور جس میں ہم جی رہے ہیں دیکھنے کو ملا، کاش ایسے دور کو ہم نہ دیکھ پاتے۔

☆ آج کے عزادار مجلس اس کو کہتے ہیں جس میں پڑھنے والوں کی تعداد کم از کم دس بارہ ہو، پڑھنے والے جو جی چاہے پڑھیں مگر شہرت ان کی شرق و غرب میں ہو۔ آج کے دور میں مجلس اس کو کہا جا رہا ہے جہاں رنگ برنگے کھانے لنگر میں دیے جائیں۔ آج مجلس اس کو کہا جا رہا ہے جہاں پر سنگتوں اور حلقوں کے نام پر آنے جانے کے لیے وافر رقم دی جاتی ہو۔

☆ صاحبان منبر بھی مجلس کی دعوت اس کی قبول کرتے ہیں جہاں کا بانی امیر زادہ ہو، منہ مانگی رقم کے ساتھ بن مانگے سوزی حضرات اور ڈرائیور کی جیب گرم کرتے۔ پڑھنے والے مجلس اس کو کہتے ہیں جہاں پر ہزاروں کا اجتماع ہو۔ جہاں پر لطیفے، من گھڑت قصے کہانیاں سنا کر سامعین کو قہقہے لگوائیں، جہاں واجبات کی ادائیگی کی مکمل چھوٹ دے کر سامعین سے نعروں کی داد وصول کی جائے، جہاں پر سچ وجھوٹ کے بارے میں پوچھنے والا نہ ہو۔

آج کا دور ان نام نہاد پڑھنے والوں کی حوصلہ افزائی کرنے میں نمایاں دکھائی دے رہا ہے، ذاکرین اور صاحبان منبر اپنے ساتھ مکمل لابی رکھتے ہیں جو پڑھنے والے کو مکمل پروٹوکول دلواتے ہیں۔ ٹاوٹ حضرات مہنگے دام دلوا کر اپنا کمیشن وصول کرتے ہیں۔ کسی مجلس میں ایک آدھ مومن کسی بات پر پڑھنے والے سے ثبوت مانگ لے تو اس بیچارے مومن کو ٹاوٹ حضرات نشان عبرت بنا دیتے ہیں۔ یہ ٹاوٹ حضرات اپنے کمیشن کے لالچ میں زیادہ سے زیادہ دعوتیں اور دن بدن دام بڑھا رہے ہیں۔ کاش یہ حقائق نہ دیکھنے کو ملتے۔ نہ لکھنے کو ملتے اور نہ پڑھنے کو ملتے۔ مگر ہیں تو حقائق۔ اس حقیقت کا سدباب کرنے کے لیے حقیقی عزادار اور حقیقی علماء کو آج ہی اپنی ذمہ داریاں نبھانے کے لیے تیار ہونا پڑے گا۔

یہ بھی حقیقت ہے کہ کچھ اہل حق صاحبان منبر بھی اس رنگ میں رنگے جا رہے ہیں۔ ہمارے پاس ثبوت موجود ہیں۔ میرے ساتھ بھی کچھ ایسے ہوا جو کہ قارئین کی نظر کرتا چلوں۔

تین سال قبل لاہور کے صاحب علم سے رابطہ کیا، مجلس کی دعوت دی، چونکہ ہمارے علاقہ میں بھی ویسا ہی ماحول ہے جو پورے ملک میں ہو رہا ہے لیکن ہمت نہ ہارتے ہوئے کچھ ذمہ داریاں نبھانے کا سلسلہ شروع کیا۔ علماء کرام کا ہمارے علاقہ پر پڑھوانا بڑی جرات کی بات ہے۔ مشکلات کا سامنا کیا۔ اشتہارات آویزاں ہو گئے۔ ٹھیک مجلس کے ایک دن پہلے علامہ صاحب نے کہا کہ میں نہیں آسکتا۔ باہر ملک جا رہا

ہوں۔ مجبوراً جیسے تیسے پروگرام کروا دیا۔ ہفتے بعد معلوم ہوا کہ وہ محترم اپنے شہر ہی میں مجلس پڑھنے کی وجہ سے یہاں تشریف نہیں لائے۔

دوسری بار قریب کے علاقہ سے تعلق رکھنے والے عالم دین سے رابطہ قائم کیا اور کہا کہ اگر ٹائم نہیں تو ابھی جواب دے دیں۔ کہا کہ میرے سفری اخراجات وغیرہ۔ ہم نے کہا کہ قبلہ سب کچھ ہمیں علم ہے۔ حق زحمت میں کمی نہیں ہوگی۔ آپ پڑھیں۔ دعوت قبول ہوگئی۔ آخر میں معلوم ہوا کہ وہ زیارات کے لیے چلے گئے۔ ہمیں کوئی اطلاع نہیں کی گئی۔ پھر انہی کی درگاہ کے بزرگ عالم دین سے گزارش کی کہ قبلہ یہ مجبوری ہے۔ آپ ہی پڑھ دیں۔ انھوں نے کہا کہ میری صحت ٹھیک نہیں، اسی دن انھوں نے اپنے علاقہ میں مجلس پڑھ لی مگر ہمارے ساتھ کوئی تعاون نہ کیا گیا۔

پھر تیسرا موقع آیا، ایک اور بزرگ عالم دین کو تمام گزشتہ واقعات دہرا کر دعوت دی۔ دعوت قبول کر لی۔ دور دور سے عزادار عالم دین کے خطاب سننے کو تیار تھے۔ عین مجلس کے دن صبح سات بجے علامہ صاحب فون کرتے ہیں کہ شاہ صاحب اجازت دیں کہ میں کسی عزیز کے ہاں جانا چاہتا ہوں۔ میں نے عرض کیا قبلہ یہاں پر آپ نے خطاب فرمانا تھا۔ لوگ آپ کو سننے کو آرہے ہیں۔ ہمارا کیا قصور ہے کہ اپنے علماء ہمیں پریشان کرتے ہیں کیا ہم یہ سلسلہ چھوڑ دیں۔

بہر حال اللہ ان کا بھلا کرے۔ منت سماجت کرنے پر آ ہی گئے۔ خطاب کیا، جاتے وقت ٹھیک ٹھاک حق زحمت کی شکل میں نیاز دی۔ آخر میں بول پڑے کہ میرا ڈرائیور بھی آپ کی طرف دیکھ رہا ہے۔ اسے بھی خوش کرو۔ ڈرائیور کو بھی خوش کر دیا۔

یہ مثالیں اس لیے دیں کہ ان علماء کو اپنے منصب کا خیال رکھنا چاہیے۔ الحمد للہ کچھ علماء ایسے موجود ہیں جن کو ابھی ہم حق بیان کرنے والے اور حق کا پرچار کرنے محسوس کرتے ہیں۔ ان کی راہنمائی میں انقلاب آسکتا ہے۔ ان کے ساتھ مخلص بانیان اور حقیقی عزاداران کا تعاون ہونا از حد ضروری ہے اور مخلص عزاداران اور بانیان کے ساتھ علماء کا تعاون اور رہنمائی بھی بہت ضروری ہے۔ ان دونوں کرداروں نے اپنا اپنا فرض نبھانا ہے تو انقلاب آئے گا۔

اگر علماء، عزادار یہ رونا روتے رہے کہ حالات دن بدن پریشان کن ہوتے جا رہے ہیں تو یہ رسم و رواج کی بیماری ناسور بن جائے گی۔ اب بھی حالات قابو میں نہ لاسکے تو حقیقی شیعیت کا چہرہ مسخ ہوتا چلا جائے گا۔ علماء کرام کی شان میں گستاخی نہیں کر رہا، بلکہ ان کا احترام ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے ان کو اپنا راہنما سمجھتے ہوئے دست بستہ گزارش ہے اور ہر عزادار مومن موالی سے گزارش ہے کہ پانی سر سے گزر رہا ہے۔ نکل کر خانقاہوں سے ادا کر رسم شبیریؑ کا وقت یہی ہے کہ دنیا والوں کو بتائیں کہ حقیقی شیعیت کیا ہے اور نام نہاد لوگوں کا اس شیعیت سے کوئی تعلق نہیں۔۔۔

حقیقی اسلام اور آبائی اسلام کی پہچان کروانا ہے۔ حق کا پرچم لہرانا ہے۔ باطل سے ٹکرانا ہے۔

حسینیتؑ کا پیغام پہنچاتا ہے۔ یزیدیت کو خاک میں ملاتا ہے۔ حقیقی عزاداری کے ثمرات میں سے انقلاب ایران ہے۔ حقیقی عزاداری سے حزب اللہ کا کردار ہے جس نے دشمن کو ناکوں چنے چبوائے۔ عزاداری کی وجہ سے ہم زندہ ہیں۔ یہ رسم نہیں عبادت ہے۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا: ؎

دل بتولؑ کی تسکین ہے عزاداری
یہ کس نے کہہ دیا توہین ہے عزاداری

زمانے بھر کو یہ سکھلا گئی ہیں زینبؑ
ہماری رسم نہیں دین ہے عزاداری

بس یہی گزارش ہے صاحبان منبر اور عزاداران حسینؑ سے کہ ایک دوسرے سے تعاون کریں۔ ایسے علاقوں میں حقیقی شیعیت کی پہچان کروانے کے لیے محافل اور مجالس کے حوالہ سے مکمل تعاون کرتے ہوئے ابھی سے اپنے علاقوں میں رابطہ قائم کریں۔ علماء کرام سے رابطہ قائم کرنے کے لیے دقائق اسلام کو رابطہ کا ذریعہ بنائیں۔ اس رسالہ تک اپنے علماء کرام کا رابطہ نمبر پہنچائیں۔ اس عظیم شاہکار دقائق اسلام کو اپنے اپنے رابطہ نمبر ارسال کریں، تاکہ ہر مومن کی علماء حقہ تک رسائی ممکن ہو سکے۔ ان علماء کرام کے مشوروں اور راہنمائی سے اپنی منزل تک ادراک کر سکیں۔ شکریہ

بقیہ علامہ نجفی صاحب کا انٹرویو

ہوتی یا تحفۃ العوام، تو دوسرے مذاہب کے لوگ ہمارا مذاق اڑاتے تھے کہ تمہارے ہاں کوئی فقہی کتاب نہیں ہے، تو ہمارے بعض غیور اہل ایمان نے مجھ سے تقاضا کیا کہ وسائل الشیعہ کا ترجمہ کیا جائے اور میں نے یہ ذمہ داری اپنے کاندھوں پر لے لی اور بفضلہ تعالیٰ اس کتاب مستطاب کا ترجمہ مع حاشیہ شروع کر دیا، جو بیس جلدوں میں مکمل ہو چکا ہے اور اس کی اشاعت کا سلسلہ شروع ہے۔ اور اب تک چند جلدیں شائع ہو چکی ہیں۔ (۱۵ تک)

علاوہ بریں فقہ جعفریہ کے موضوع پر دو جلدوں میں میری کتاب قوانین الشریعہ فی فقہ الجعفریہ چھپ کر شائع ہو چکی ہے اور ارباب علم و دانش سے خراج تحسین وصول کر چکی ہے۔ وغیرہ وغیرہ اور سب کچھ آل محمد علیہم السلام کے طفیل خدا کا خصوصی فضل و کرم اور اس کی توفیق کا نتیجہ ہے۔ ورنہ من آنم کہ من دانم ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء۔

بقول سعدی شیرازی

منت منہ کہ خدمت سلطان ہمی کنی
منت ازو شناس کہ بخدمت گزاشتت

والحمد للہ

(جاری ہے)

باب المتفرقات

قسط نمبر ۱۵

خلافت قرآن کی نظر میں

تحریر: محقق عصر مولانا سید محمد حسین زیدی برستی مدظلہ چنیوٹ

کیا امانت سے مراد خدا کی خلافت ہے؟

قرآن کریم میں خداوند تعالیٰ کا ارشاد ہے:

انا عرضنا الامنة علی السموت و الارض و الجبال فابین ان یحملنھا و شفقن منھا و حملھا الانسان انہ کان ظلوما جھولا۔ (الاحزاب:۷۲)

ہم نے امانت کو آسمانوں زمین اور پہاڑوں پر پیش کیا تو انھوں نے اس کے اٹھانے سے انکار کر دیا، اور اس سے ڈر گئے اور انسان نے اس بوجھ کو اٹھا لیا، بے شک انسان بڑا ہی ظالم اور بڑا ہی جاہل ہے۔

اس آیت کو دلیل بنا کر کہا جاتا ہے کہ اس سے مراد خلافت ہے۔ لہذا آیئے اب اس آیت کے معانی میں غور کرتے ہیں۔

امانت کسے کہتے ہیں؟

آیئے پہلے یہ دیکھتے ہیں کہ امانت کسے کہتے ہیں؟ لغت میں امانت اس مال کو کہتے ہیں جو ایک انسان کسی دوسرے انسان کو سپرد کرتا ہے اور جس انسان کے پاس وہ مال رکھا جائے اسے موتمن کہتے ہیں اور موتمن کا فرض یہ ہے کہ وہ اس مال کو صحیح و سالم امانت رکھنے والے کو لوٹا دے۔ اگر موتمن امانت کو واپس نہ لوٹائے یا اس میں کچھ تصرف کرے اور اسے صحیح و سالم واپس نہ کرے تو اس صورت میں اسے امانت میں خیانت کہا جاتا ہے، جو بہت بڑا گناہ ہے۔ جیسا کہ قرآن کہتا ہے:

یا ایھا الذین آمنوا لا تخونوا اللہ و الرسول و تخونوا اماناتکم و انتم تعلمون (الانفال:۲۷)

اے ایمان لانے والو خدا اور پیغمبر کی خیانت نہ کرو اور نہ ہی ایک دوسرے کی امانت میں خیانت کرو، حالانکہ تم جانتے ہو۔

اس آیت میں اماناتکم ایک دوسرے کی امانت سے مراد تو ظاہر ہے کہ وہ مال ہی ہے جو ایک دوسرے کے پاس رکھا جاتا ہے، لہذا اس میں خیانت نہ کرنے کا حکم دیا ہے۔ لیکن خدا اور رسولؐ کی خیانت کرنے سے جو منع کیا ہے تو وہ کونسی امانت ہے۔ جس میں خدا نے اپنے بندوں کو خیانت کرنے سے منع کیا ہے۔

بے شک امانت کے لغوی معنی وہ مال ہی ہے جو کسی کو سپرد کیا جائے لیکن اصطلاح قرآن و حدیث میں اس لفظ کے بہت وسیع معنی ہیں، یہاں تک کہ اگر کوئی شخص تم سے کوئی بات کہے اور وہ اس بات پر راضی نہ ہو کہ اس کو فاش کیا جائے تو وہ بات تمھارے پاس امانت ہے اور یہ بات سورہ تحریم کو غور سے پڑھنے سے سمجھ میں آسکتی ہے۔ اسی طرح اگر کوئی شخص کسی کو کوئی کام کرنے کے

لیے کہے اور دوسرا شخص اس کام کو انجام دینا اپنے ذمہ لے تو وہ بھی ایک امانت ہے۔ وعلی ھذا القیاس۔ اور لا تخونوا اللہ والرسول ایسی ہی امانت کے لیے آیا ہے۔

اس امانت سے مراد کونسی امانت ھے

اب یہ امانت کیا ہے؟ جسے خدا نے آسمانوں، زمین اور پہاڑوں پر پیش کیا، تو انھوں نے انکار کر دیا اور انسان نے اس بوجھ کو اٹھا لیا۔ اور اس بوجھ کو اٹھانے کے باوجود تعریف کے بجائے وہ بہت بڑا ظالم اور بہت بڑا جاہل کہلایا۔

☆ بعض مفکرین نے یہ کہا کہ اس امانت سے مراد خلافت ہے۔

☆ بعض مفکرین نے یہ کہا کہ اس امانت سے مراد توحید ہے جس کا اقرار خدا نے عالم ذر میں ہی آدم سے لیا۔

☆ بعض مفکرین و مفسرین نے یہ کہا کہ امانت سے مراد تکالیف الٰہی، فرائض، واجبات اور محرمات وغیرہ ہیں۔

آیئے دیکھتے ہیں کہ ان میں سے امانت سے مراد کونسی مراد صحیح ہے؟ یا قرآن کے سیاق و سباق میں امانت سے مراد ان سے بھی علاوہ کوئی اور چیز ہے؟ اس آیت کا سیاق و سباق اس طرح ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

و من یطع اللہ و رسولہ فقد فاز فوزا عظیما انا عرضنا الامانۃ علی السموت و الارض و الجبال فابین ان یحملنھا و اشفقن منھا و حملھا الانسان انہ کان ظلوما جھولا لیعذب اللہ المنافقین و المنافقات و المشرکین و المشرکات و یتوب اللہ علی المومنین و المومنات و کان اللہ غفورا رحیما۔

(الاحزاب ۷۱ تا ۷۳)

اور جو اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کرے گا وہی تو فوز عظیم پر فائز ہوگا اور کامیاب ہوگا، بے شک ہم نے اس امانت کو آسمانوں، زمین اور پہاڑوں کے سامنے پیش کیا تو ان سب نے اس کا اٹھانے سے انکار کر دیا اور اس سے ڈر گئے اور انسان نے اس کو اٹھا لیا، یقیناً انسان بڑا ہی ظالم اور بڑا ہی جاہل ہے، تا کہ اللہ منافق مردوں اور منافق عورتوں اور مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو تو عذاب دے اور ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں کی توبہ قبول کر کے انھیں بخش دے اور اللہ بڑا بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

ان آیات میں سے سب سے پہلے یہ کہا گیا ہے کہ من یطع اللہ و رسولہ فقد فاز فوزا عظیما جو اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کرے گا وہ فوز عظیم پر فائز ہوگا۔ بالفاظ دیگر جو اطاعت نہ کرے گا وہ ایسا نہ ہوگا۔ لہذا یہاں پر من یطع اللہ و رسولہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ یہ اطاعت خدا اور رسولؐ کی اطاعت کرنے اور نہ کرنے میں آزاد ہے، چاہے اطاعت کرے اور چاہے اطاعت نہ کرے لیکن اگر وہ حریت و آزادی سے اپنے ارادہ و اختیار کے ساتھ خدا اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا تو وہ فوز عظیم پر فائز ہوگا۔ یہی حریت و آزادی اور ارادہ و اختیار کے ساتھ خدا اور اس کے رسولؐ کی اطاعت وہ امانت ہے جس کی استعداد آسمانوں، زمین اور پہاڑوں میں موجود نہیں تھی، تو یہ ایسا ہے گویا کہ

انھوں نے حریت و آزادی اور ارادہ و اختیار کے ساتھ خدا اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کرنے سے انکار کر دیا، ورنہ تکوینا کسی بھی مخلوق کی یہ مجال نہیں ہے کہ وہ خدا کی اطاعت سے سرتابی کرے۔ اور انسان نے اسے اٹھالیا کا مطلب یہ ہے کہ خدا نے انسان کو عقل و خرد علم و آگاہی کے ساتھ حریت و آزادی اور ارادہ و اختیار کا مالک بنایا ہے اور اسے یہ استعداد بخشی ہے کہ وہ عقل و خرد اور علم و آگاہی کی روشنی میں حریت و آزادی کے ساتھ اپنے ارادہ و اختیار سے خدا اور اس کے رسول کی اطاعت کرے۔ اور انسان بڑا ہی ظالم اور بڑا ہی جاہل اس لیے ہے کہ اس نے اپنی ذات اپنی حیثیت اور اپنی شخصیت کو نہ پہچانا کہ خدا نے اسے ساری کائنات پر فضیلت دی ہے۔ جیسا کہ فرماتا ہے:

لقد کرمنا بنی آدم و حملناهم فی البر و البحر و رزقناهم من الطیبات و فضلناهم علی کثیر ممن خلقنا تفضیلا۔

(اسراء:۷۰)

ہم نے انسان کو عزت بخشی ہے اور اسے مکرم و محترم بنایا ہے اور اسے خشکی اور تری پر تسلط عطا کیا ہے اور اسے پاک و پاکیزہ روزی عطا کی ہے اور اسے اپنی تمام مخلوقات پر فضیلت و برتری عطا کی ہے۔

لیکن اس نے عقل و خرد کے ہوتے ہوئے خدا اور اس کے رسولوں کی اطاعت کرنے کی بجائے طاغوت کی اطاعت قبول کر لی اور حقیر اور کمتر مخلوق یعنی لکڑی اور پتھر سے بنے ہوئے بتوں کے سامنے سر بسجود ہو گیا۔ لہٰذا اس سے بڑھ کر جہالت اور اس سے بڑھ کر اپنے اوپر ظلم اور کیا ہو گا۔ اور خداوند تعالیٰ نے سورہ نور میں خدا اور اس کے رسولؐ کی حریت و آزادی سے اپنے ارادہ و اختیار کے ساتھ اطاعت کرنے کو واضح الفاظ میں وہ بوجھ کہا ہے جسے انسان نے اٹھایا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

قل اطیعوا الله و اطیعوا الرسول فان تولوا فانما علیه ما حمل و علیکم ما حملتم و ان تطیعوه تهتدوا و ما علی الرسول الا البلاغ المبین۔ (النور:۵۴)

اے پیغمبر کہہ دیجیے کہ تم اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کرو اور اگر تم روگرداں ہو گے (تو اس کا نقصان تمھیں کو ہے کیونکہ) سوائے اس کے نہیں کہ رسولؐ کے ذمہ تو اسی ذمہ داری کی جوابدہی ہے جس ذمہ داری کا بوجھ اس نے اٹھایا ہے اور تمھارے ذمہ اس ذمہ داری کی جوابدہی ہے جس ذمہ داری کا بوجھ تم نے اٹھایا ہے اور اگر تم اس کی اطاعت کرو گے تو ہدایت پا جاؤ گے اور رسولؐ کے ذمہ تو سوائے واضح طور پر احکام پہنچا دینے کے اور کچھ نہیں ہے۔

آیت کے الفاظ فان تولوا اور علیکم ما حملتم اور ان تطیعوه اور آیت کا لب و لہجہ پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ خدا انسان کی حریت و آزادی سے اپنے ارادہ و اختیار کے ساتھ خدا اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کو وہ بوجھ قرار دے رہا ہے جو انسان نے اٹھایا ہے اور واضح طور پر کہا جا رہا ہے کہ علیه ما حمل و علیکم ما حملتم اس کے ذمہ وہی ہے جس کا بوجھ اس نے اٹھایا ہے اور تمھارے ذمہ وہی ہے جس کا بوجھ تم نے اٹھایا ہے۔ پس پیغمبر نے تو خدا کے احکام واضح طور پر پہنچانے کا ذمہ لیا

ہے اور انسان نے حریت و آزادی سے اپنے ارادہ و اختیار کے ساتھ خدا اور اس کے رسول کی اطاعت کرنے کی ذمہ داری قبول کی ہے اور یہی ذمہ داری ہے وہ جو سوائے انسان کے ساری مخلوقات میں سے اور کسی نے نہیں اٹھائی اور یہ ذمہ داری انسان کو اجر و ثواب اور سزا و عذاب کا مستحق بناتی ہے۔ بے شک خدا اور رسول پر ایمان لانے والا مومن کہلاتا ہے اور خدا و رسول پر ایمان نہ لانے والا اور خدا کا شریک بنانے والا مشرک و منافق ہوتا ہے۔ لیکن انسان کی حریت و آزادی اور ارادہ و اختیار ہی وہ چیز ہے جو اس کو اجر و ثواب اور سزا و عذاب کا مستحق بناتی ہے اور اس بات کو اسی سلسلہ آیت میں سورہ احزاب کی آیت ۷۳ میں بالکل کھول کر اور واضح طور پر بیان کیا گیا، ارشاد ہوتا ہے۔

لیعذب اللہ المنافقین و المنافقات و المشرکین و المشرکات و یتوب اللہ علی المومنین و المومنات و کان اللہ غفورا رحیما۔ (الاحزاب:۷۳)

ترجمہ اس کا پہلے گزر چکا ہے۔ اس آیت میں واضح طور پر لیعذب اللہ میں ل تعلیل کے لیے ہے۔ جو منافقین اور منافقات اور مشرکین اور مشرکات پر عذاب کے وارد ہونے کی علت کو بیان کر رہی ہے اور مومنین کی بخشش کی علت کو بھی بیان کرتی ہے۔ یعنی یہ امانت وہ چیز ہے جس کے سبب سے منافقین اور مشرکین کو عذاب ہوگا اور مومنین کی بخشش ہوگی۔ اور مسلمہ طور پر کوئی چیز سوائے انسان کی حریت و آزادی کے ساتھ اپنے ارادہ و اختیار سے خدا و رسولؐ کی اطاعت کرنے کے ایسی نہیں ہے جو انسان کو مستوجب سزا و جزا بناتی ہو۔ یعنی اگر انسان آسمانوں، زمین اور پہاڑوں اور اس کی دوسری مخلوق کی طرح مجبور ہوتا تو ہرگز مستوجب سزا و جزا نہ ہوتا۔ پس ثابت ہوا کہ نہ تو اس امانت سے مراد خدا کی خلافت ہے نہ اس امانت سے مراد توحید ربوبی ہے اور نہ ہی اس امانت سے مراد تکالیف الٰہی اور فرائض و واجبات و محرمات ہیں، بلکہ حریت و آزادی کے ساتھ اپنے ارادہ و اختیار سے خدا و رسولؐ کی اطاعت کرنا ہی وہ امانت ہے جس کا بوجھ انسان نے اٹھایا ہے اور کسی بھی دوسری مخلوق نے حریت و آزادی اور اپنے ارادہ و اختیار سے خدا و رسولؐ کی اطاعت کرنے کا بوجھ نہیں اٹھایا اور نہ ہی کسی مخلوق میں اس کی استعداد ہے۔ پس اس سارے بیان سے ثابت ہوگیا کہ اس آیت میں بیان کردہ لفظ امانت سے مراد خلافت نہیں ہے اور نہ ہی خدا نے ہر انسان کو اپنا خلیفہ بنایا ہے۔ لہٰذا انسان خدا کا خلیفہ نہیں ہے بلکہ وہ ایک ایسا ظلوم و جہول ہے جو اپنے ارادہ و اختیار کے ساتھ خدا و رسولؐ کی اطاعت کرنے کی امانت کو بھلا کر خود اپنے لیے حکمرانی کے اختیار کو امانت سمجھ بیٹھا ہے اور اس نے خود بخود اپنے آپ کو خدا کا خلیفہ قرار دے لیا ہے اور یہ خود سے میاں مٹھو بننے اور اپنے پہلے سے اپنائے ہوئے عقیدہ پر قرآنی آیات کو چپکانے کی بدترین مثال ہے۔ بہر حال ہمارے مذکورہ بیان سے واضح طور پر ثابت ہوگیا ہے کہ جو بوجھ تمام انسانوں نے اٹھایا ہے اور جو ذمہ داری تمام انسانوں نے خدا کی طرف سے قبول کی ہے وہ اور ہے

باقی صفحہ ۵ پر

باب المذاکرات

ماہنامہ حوزہ قم المقدس کے لیے

حضرت علامہ محمد حسین نجفی مدظلہ العالی کے انٹرویو کا ترجمہ

اس انٹرویو کا ترجمہ جو حضرت آیت اللہ الشیخ محمد حسین النجفی مدظلہ سے قم مقدسہ ایران کے حوزہ علمیہ کے ماہوار علمی مجلہ حوزہ کے مدیر محترم اور ایک پینل نے کیا۔ جبکہ وہ ۲۰۰۴ء میں حکومت ایران کی دعوت پر ہفتہ وحدت کے سلسلہ میں ایران تشریف لے گئے تھے، جو کہ اسی وقت اس مجلہ میں فارسی زبان میں شائع بھی ہوا اس کی اشاعت کا اس کی کیفیت و افادیت کے پیش نظر مجلہ علمیہ (دقائق اسلام) کے شمارہ اگست سے آغاز کیا جا رہا ہے۔ جو کہ خاصا طویل ہے اور سرکار موصوف کے علمی و عملی کارناموں پر مشتمل ہے۔ امید ہے کہ تین چار قسطوں میں مکمل ہو جائے گا۔ ناظرین کرام سے توقع ہے کہ وہ اس انٹرویو سے بہت کچھ استفادہ کریں گے۔ بالخصوص طالب علم اور اہل علم حضرات اور اسے قدر کی نگاہ سے دیکھیں گے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ

حوزہ کے پینل کے سوالات اور علامہ نجفی کے جوابات

سوال: حضرت عالی سے گزارش ہے کہ ہمیں اپنے پاکستان اور حوزہ علمیہ نجف اشرف میں تحصیلات علمیہ سے کچھ آگاہ فرمائیں

جواب: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ حدیث شریف میں وارد ہے: اعجاب المرء بنفسہ دلیل علی ضعف عقلہ۔ یعنی اپنے اوپر اور اپنے کارناموں پر اترانا کمزوری عقل کی دلیل ہے۔ لہٰذا میں اس سے کنی کتراتے ہوئے عرض کروں گا کہ خدائے تعالیٰ کے خصوصی فضل و کرم سے مجھے پاکستان میں بڑے بڑے فاضل علماء کرام سے علمی استفادہ کرنے کا موقع ملا اور میں نے ان سے بھرپور فائدہ اٹھایا۔ اور درس نظامی اور سطحیات کی وہاں تکمیل کرنے اور مولوی فاضل کا امتحان امتیازی نمبروں پر پاس کرنے کے بعد تکمیل علوم کی غرض سے حوزہ علمیہ نجف اشرف میں حاضر ہوا۔ اور یہ بات آج سے پچاس سال پہلے کی ہے۔ یعنی ۱۹۵۴ء کی، جبکہ آج ۲۰۰۴ء ہے۔ جبکہ ایران میں سرکار آیت اللہ آقائے بروجردی اعلی اللہ مقامہ کی اور عراق میں سرکار آیت اللہ حکیم اعلی اللہ مقامہ کی مرجعیت کبریٰ کا دور تھا۔ اور حوزہ علمیہ نجف اشرف طلبہ عظام اور علماء و فقہاء کرام سے چھلک رہا تھا۔ اور درج ذیل حضرات افق علم پر آفتاب و ماہتاب کی طرح چمک رہے تھے۔ سرکار آیت اللہ الخوئی، سرکار آیت اللہ شاہرودی، سرکار آیت اللہ سید عبداللہ الشیرازی و سرکار آیت اللہ السید جواد تبریزی و سرکار آیت اللہ السید عبدالاعلیٰ سبزواری و امثالہم جو علمی درس و تدریس اور سرکار محمد و آل محمد علیہم السلام کے علمی معارف کی نشر و

اشاعت میں ہمہ تن مصروف تھے اور نجف اشرف کی سرزمین علم وعمل کا گہوارہ اور مرکز بنی ہوئی تھی۔ چنانچہ میں نے باقی ماندہ حصص مکمل کیے۔ کچھ پاکستان سے پڑھ کر گیا تھا۔ نیز منظومہ سبزواری کے منطق وفلسفہ کے دونوں حصے اور اسفار اربعہ ملا صدرا کا کچھ حصہ بھی وہیں پڑھا۔ اور اس کے بعد کفایہ کا درس خارج آیت اللہ السید جواد تبریزی اور آیت اللہ مرزا باقر الزنجانی سے حاصل کیا۔ اور فقہ کا درس خارج آیت اللہ محسن الحکیم، آیت اللہ السید محمود شاہرودی اور آیت اللہ السید عبدالاعلیٰ سبزواری سے استفادہ کیا۔ کتب بینی وبار یک بینی کا سلیقہ آیت اللہ آقائے بزرگ طہرانی سے اور مناظرہ اور مخالفین کے الزامات کے رد کا طریقہ سرکار آقائے امینی سے اور معلومات عامہ کا ذخیرہ سرکار آیت اللہ السید عبدالکریم زنجانی سے حاصل کیا۔ (اعلیٰ اللہ مقامہم فی فرادیس الجنان)

واپس وطن مراجعت: بقدر ضرورت علم حاصل کرنے اور علمی تشنگی بجھانے کے بعد اہل ملک کی راہنمائی کرنے اور دولت علم وعمل کو عام کرنے اور تبلیغ دین کا فریضہ ادا کرنے یا بالفاظ دیگر آیت قرآنی ولینذروا قومھم اذا رجعوا الیھم پر عمل کرتے ہوئے فریضہ امر ونہی ادا کرنے کی غرض سے حوزہ علمیہ کے بزرگ علماء واساتذہ سے اجازہ ہائے اجتہاد وغیرہ لے کر ۱۹۶۰ء میں اپنے ملک پاکستان واپس لوٹا۔ والحمد للہ

پاکستان میں درس و تدریس: واپسی کے بعد صوبہ پنجاب کے مشہور شہر سرگودھا میں جو میرا وطن بھی ہے، واقع مدرسہ دارالعلوم محمدیہ کی پرنسپلی سنبھالی۔ جو وہاں کے اکابر قوم نے پیش کی اور وہاں تقریباً گیارہ بارہ سال تک علوم محمدؐ وآل محمدؑ علیہم السلام کی تعلیم وتربیت کا انتظام کرتا رہا اور اس مدرسہ سے علیحدگی کے بعد لڑکوں کے لیے ایک جامعہ علمیہ سلطان المدارس الاسلامیہ اور لڑکیوں کے لیے جامعہ علمیہ عقیلہ بنی ہاشم کا اہتمام واجراء کیا، جو خدمات دینیہ انجام دے رہا ہے۔

مجالس ومحافل کا اہتمام: ہمارے ملک کی ہوا وفضا ایسی ہے کہ وہاں اہل علم کو منبر پر بھی جانا پڑتا ہے تاکہ جہال و ضلال کی پیدا کردہ جہالت زدہ فضا کی اصلاح کی جائے اور غیر ذمہ دار منبر پر مسلط لوگوں نے علمی اور عملی جو فضا خراب کر رکھی ہے اور قوم کو جہالت وضلالت کے اندھیروں میں ڈال رکھا ہے اس کی اصلاح کی کوشش و کاوش کی جاسکے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں بھی میں نے اندرون ملک اور بیرون ملک تبلیغی دورے کرکے مجالس عزا پڑھ کر فریضہ تبلیغ دین اور فریضہ امر ونہی انجام دے رہا ہوں۔ والحمد للہ اور اس کا خاصا اثر ہوا ہے اور ہو رہا ہے۔ اگرچہ امر ونہی کا فریضہ چونکہ دراصل انبیاء ومرسلین اور ائمہ طاہرینؑ کا فریضہ ہے اور انہی کا راستہ ہے اور العلماء ورثۃ الانبیاء کے تحت علماء کرام کو ہی ادا کرنا پڑتا ہے اور یہ راستہ بڑا پر خطر ہے اور ظاہر ہے کہ اس راستہ کے راہرو پر پھولوں کی پتیاں نثار نہیں کی جاتیں بلکہ ان پر پتھر برسائے جاتے ہیں۔ ہم خدا کے شکرگزار ہیں کہ جس نے اس خونی منظر وماحول میں بھی کلمہ حق بلند کرنے کی توفیق مرحمت فرمائی ہے اور بلا خوف لومۃ لائم زبان وبیان اور

قلم و قرطاس سے یہ فریضہ ادا کیا جا رہا ہے اور اس کے مفید آثار ہم آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں، والحمد للہ۔

تصنیف و تالیف کا آغاز اور مختلف کتابوں کی اشاعت: میں نے نجف اشرف سے واپسی کے بعد محسوس کیا کہ پاکستان میں قلمی جہاد نہ ہونے کے برابر ہے اور قوم و ملت کو علمی لٹریچر کی اشد ضرورت ہے۔ اور اس کی اور نسل نو کی علمی پیاس بجھانے کے لیے مختلف موضوعات و عناوین پر کتابیں لکھنے کی ضرورت ہے۔ چنانچہ میں نے عقائد و نظریات پر کتاب احسن الفوائد فی شرح العقائد لکھی جو کہ عقائد حضرت شیخ صدوقؒ کی مفصل و مدلل شرح ہے۔ نیز اصول الشریعہ فی عقائد الشیعہ لکھی۔ تفسیر قرآن کے سلسلہ میں دس ضخیم جلدوں پر مشتمل تفسیر فیضان الرحمن فی تفسیر القرآن لکھی۔ چونکہ ہمارے یہاں مجالس کا بہت زور ہے اور اکثر ذاکرین اور اہل منبر رونے رلانے کے لیے نہ صرف ضعیف روایات کا سہارا لیتے ہیں بلکہ بالکل غلط اور جھوٹے واقعات کربلا بیان کرتے ہیں۔ لہٰذا ان کی اصلاح کرتے ہوئے اور واقعہ کربلا کو اصلی رنگ و روپ میں پیش کرنے اور روضہ خوانوں پر حجت تمام کرنے کی خاطر سعادۃ الدارین فی مقتل الحسینؑ لکھی اور شائع کی۔

چونکہ پاکستان مختلف مذاہب اور مکاتب فکر سے تعلق رکھنے والے لوگوں کی آماجگاہ ہے اور ان کے درمیان زبانی و کلامی نوک جھونک چلتی رہتی ہے اور زیادہ تر مورد بحث حضرت امیر علیہ السلام کی خلافت بلافصل کا مسئلہ ہوتا ہے۔ بڑھانے والے آنجناب کو امامت سے بڑھا کر خدائی تک پہنچا دیتے ہیں اور گھٹانے والے آپ کو معاویہ بن ابوسفیان سے بھی گھٹا دیتے ہیں۔ اس موضوع پر مناظرے بھی ہوتے ہیں اور کتابیں بھی لکھی جاتی ہیں اور ان میں ایک دوسرے کے مذہب کے عقائد و اعمال و نظریات پر ایرادات بھی ہوتے ہیں۔ چنانچہ ماضی بعید میں ہمارے متحدہ ہندوستان میں بعض علماء اہل سنت نے ایک بہت بڑی زہریلی کتاب ہمارے مذہب کے خلاف لکھ کر شائع کی تھی جس کا نام تھا **آفتاب ہدایت** در رد رفض و بدعت اور ان لوگوں کا زعم یہ تھا کہ وہ ایسی لاجواب کتاب ہے کہ قیامت تک شیعہ اس کتاب کا جواب نہیں لکھ سکتے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم اور آل محمدؐ کے صدقہ سے اس احقر کو یہ توفیق عطا فرمائی کہ میں نے اس کتاب کا دندان شکن جواب لکھ کر شائع کیا اور تمام علماء اہل سنت کو دعوت دی کہ وہ سب مل کر اس کا جواب لکھیں ہنوز اب تک کوئی مائی کا لعل نہیں لکھ سکا۔ جسے تقریباً چالیس سال کا عرصہ گزر رہا ہے۔ اور اس کتاب کا نام ہے تجلیات صداقت بجواب آفتاب ہدایت۔

ضیاء الحق کے دور حکومت میں مجلس شوریٰ قائم کی گئی اور اس میں مختلف مکاتب فکر سے تعلق رکھنے والے علماء و زعماء کو شرکت کی دعوت دی گئی۔ جب کوئی شرعی مسئلہ پیش ہوتا تو ہمارے برادران اسلامی فتاویٰ عالمگیری، فتاویٰ قاضی خان وغیرہ کی مجلدات لے کر حاضر ہوتے اور ہمارے ارکان کے پاس توضیح المسائل

باقی صفحہ ۴۵ پر

باب المتفرقات

امام حسنؑ بانی اسلامؐ کی نظر میں

تحریر علامہ سید ذیشان حیدر جوادی

جناب امام حسن علیہ السلام انہی آل محمدؐ کی ایک نمایاں فرد ہیں جنھیں تطہیر کی منزل میں، مباہلہ کے میدان میں، بازار میں، دوش پیغمبرؐ پر، مسجد میں پشت رسولؐ پر، منبر پر آغوش رسالت میں بارہا دیکھا گیا ہے اور تاریخ نے دشمن کے بارے میں بھی جو روایت تیار کی ہے اس میں بھی فضیلت امام حسنؑ کا انکار ممکن نہیں ہو سکا۔ سیرت امام حسنؑ کے خاکہ کی مناسبت سے سرکار دو عالمؐ کے ان چند اقوال و اعمال کا تذکرہ کیا جا رہا ہے جن سے امام حسنؑ کی عظمت و جلالت کا بھی اندازہ ہو جاتا ہے اور یہ بھی واضح ہو جاتا ہے کہ امام حسنؑ سے دشمنی کرنے والا اور انھیں زہر دینے والا کسی قیمت پر مسلمان نہیں کہلا سکتا۔

❶ امام احمد بن حنبل نے اپنی مسند جلد ۴ صفحہ ۹۳ میں معاویہ سے یہ روایت کی ہے کہ میں رسول اکرمؐ کو حسنؑ کی زبان اور ان کے لبوں کو چوستے دیکھا ہے اور خدا ایسی زبان یا ایسے لبوں پر ہرگز عذاب نہیں کرسکتا جنھیں رسول اکرمؐ نے چوسا ہو۔

(ذخائر العقبیٰ صفحہ ۱۲۶، مقتل الحسین خوارزمی صفحہ ۱۰۵، سیر اعلام النبلاء جلد ۳ صفحہ ۲، تاریخ الاسلام ذہبی جلد ۲ صفحہ ۲۵۲، البدایہ والنہایہ جلد ۸ صفحہ ۳۸، کنز العمال بحاشیہ مسند جلد ۵ صفحہ ۱۰۳، وسیلۃ المآل صفحہ ۱۶۸)

❷ ابوہریرہ راوی ہیں کہ رسول اکرمؐ اپنی زبان امام حسنؑ کے دہن میں دے دیا کرتے تھے اور بچہ ان کی زبان کو چوسا کرتا تھا۔

❸ ابوہریرہ ہی سے نقل کیا گیا ہے کہ انھوں نے امام حسنؑ کو دیکھ کر فرمایا کہ میں نے رسول اکرمؐ کو آپؑ کے شکم مبارک کو بوسہ دیتے ہوئے دیکھا ہے۔ لہٰذا آپؑ اپنا پیراہن بلند کریں کہ میں شکم اقدس کو بوسہ دے سکوں۔

(مستدرک حاکم جلد ۳ صفحہ ۱۶۸، معجم کبیر صفحہ ۱۳۰، تاریخ بغداد جلد ۹ صفحہ ۹۵، سیر اعلام النبلاء جلد ۳ صفحہ ۱۷۲، مجمع الزوائد جلد ۸ صفحہ ۳۶، حیاۃ الصحابہ کاندھلوی جلد ۲ صفحہ ۳۳۹، وسیلۃ المآل صفحہ ۱۶۸)

❹ عروۃ بن زبیر نے اپنے والد کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ رسول اکرمؐ نے ایک مرد انصاری کے سامنے اپنے فرزند حسنؑ کو گلے لگا کر بوسہ دیا تو اس شخص انصاری نے کہا کہ میں نے تو آج تک اپنے فرزند کو اس طرح پیار نہیں کیا؟ آپؐ نے فرمایا کہ اگر اللہ نے تیرے دل سے رحمت سلب کر لی ہے تو اس میں میرا کیا قصور ہے؟

(مستدرک حاکم جلد ۳ صفحہ ۱۷۰، تلخیص المستدرک جلد ۳ صفحہ ۱۷۰)

❺ مقدام بن معدی کرب معاویہ کے یہاں حاضر ہوا تو معاویہ نے خبر وفات حسن مجتبیٰ سنائی۔ مقدام نے

کہا کہ کیا آپ اسے مصیبت سمجھتے ہیں؟ معاویہ نے جواب دیا کہ کیونکر نہ سمجھوں میں نے یہ منظر دیکھا ہے کہ رسول اکرمؐ انھیں اپنی آغوش میں بٹھا کر فرماتے تھے کہ یہ مجھ سے ہے اور حسینؑ علیؑ سے ہے۔ (مسند احمد جلد ۴ صفحہ ۱۳۲، صواعق محرقہ صفحہ ۱۸۹، معجم کبیر طبرانی صفحہ ۱۳۳، جامع صغیر صفحہ ۱۹، کنز العمال جلد ۱۳، وسیلۃ المآل صفحہ ۱۶۵)

اس مضمون کی اور بھی بے شمار روایات ہیں جن سے سرکار دو عالمؐ کی شدت محبت کا اندازہ ہوتا ہے اور جن کی تفصیلات کے لیے ملحقات احقاق الحق مولفہ آیت اللہ المرعشی طاب ثراہ کا مطالعہ کیا جاسکتا ہے۔

اس کے بعد ان روایات کا تذکرہ کیا جارہا ہے جن میں سرکار دو عالمؐ نے امام حسنؑ کی محبت کو اپنی محبت کا معیار اور لازمہ قرار دیا ہے۔

۶ براء راوی ہیں کہ رسول اکرمؐ حسنؑ کو اپنے کاندھے پر بٹھائے ہوئے فرما رہے تھے کہ جسے مجھ سے محبت کرنا ہے وہ اس سے محبت کرے۔

(مسند ابی داؤد صفحہ ۹۹، صحیح بخاری جلد ۵ صفحہ ۲۶، ادب المفرد صفحہ ۳۳، صحیح مسلم جلد ۷ صفحہ ۱۲۹، ترمذی جلد ۱۳ صفحہ ۱۹۸، مسند احمد بن حنبل جلد ۴ صفحہ ۲۹۲، معجم کبیر صفحہ ۱۳۰، حلیۃ الاولیاء جلد ۲ صفحہ ۳۵، تاریخ جلد ۱ صفحہ ۱۳۹، سنن الکبریٰ جلد ۱۰، صفحہ ۲۳۳، مصابیح السنۃ صفحہ ۲۰۵، تاریخ دمشق جلد ۴ صفحہ ۲۰۲، اسد الغابہ جلد ۲ صفحہ ۱۳، کفایۃ الطالب صفحہ ۱۹۶، شفا قاضی عیاض جلد ۲ صفحہ ۲۱، ینابیع المودۃ صفحہ ۱۷۹، تذکرہ ابن جوزی صفحہ ۲۰۲، تاریخ الاسلام ذہبی جلد ۲ صفحہ ۲۱۷، وسیلۃ المآل صفحہ ۱۶۷، البدایہ والنہایہ جلد ۸ صفحہ ۳۴، عمدۃ القاری جلد ۱۶ صفحہ ۲۴۲، تاریخ الخلفاء صفحہ ۷۳، ارشاد الساری جلد ۶ صفحہ ۶۰، صواعق محرقہ صفحہ ۱۳۵، مفتاح النجا صفحہ ۱۱۵، الشرف المؤبد صفحہ ۶۰، ارجح المطالب صفحہ ۲۶۸)

۷ ابو جحیفہ راوی ہے کہ رسول اکرمؐ نے فرمایا ہے کہ میرا یہ فرزند سردار ہے۔ جو مجھ سے محبت کرے اسے اس سے محبت کرنا چاہیے۔

(اخبار اصبہان ابو نعیم اصفہانی جلد ۱ صفحہ ۲۹۱)

۸ حضرت علیؑ کی روایت ہے کہ رسول اکرمؐ نے فرمایا جو مجھ سے محبت کرے اسے اس (حسنؑ) سے محبت کرنا چاہیے۔ (منتخب کنز العمال حاشیہ جلد ۵ صفحہ ۱۰۲)

۹ ازدشنوئیہ کا ایک شخص راوی ہے کہ سرکارؐ نے فرمایا کہ جو مجھ سے محبت کرے اسے اس سے محبت کرنا چاہیے۔ (تاریخ کبیر بخاری جلد ۲ صفحہ ۳۹۱، مسند احمد جلد ۵ صفحہ ۳۶۶، تاریخ ابن عساکر جلد ۴ صفحہ ۲۳، مستدرک حاکم جلد ۲ صفحہ ۱۷۳، مجمع الزوائد جلد ۹ صفحہ ۱۷۶، اصابہ جلد ۱ صفحہ ۳۲۸، تاریخ الخلفاء صفحہ ۷۳، کنز العمال جلد ۱۶ صفحہ ۲۶۱، اسعاف الراغبین صفحہ ۱۹۷)

۱۰ انس بن مالک راوی ہیں کہ سرکارؐ نے فرمایا جو اسے اذیت دے گا وہ مجھے اذیت دے گا اور جو مجھے اذیت دینے والا ہے وہ خدا کو اذیت دینے والا ہے۔

(مجمع الزوائد جلد ۱ صفحہ ۲۸۴، معجم کبیر طبرانی صفحہ ۱۳۳، منتخب کنز العمال حاشیہ مسند جلد ۵ صفحہ ۱۰۲، مفتاح النجا صفحہ ۱۱۵، ارجح المطالب صفحہ ۲۶۹)

ان روایات سے صاف اندازہ ہوتا ہے کہ سرکار دو عالمؐ کی نگاہ میں امام حسن علیہ السلام کی عظمت و جلالت کیا ہے اور امام حسنؑ سے محبت نہ کرنے والے اور انھیں اذیت دینے والے کے بارے میں سرکار کا نظریہ کیا ہے۔

باب المتفرقات

شہادت امیر المومنین علی علیہ السلام

تحریر حجۃ الاسلام مولانا مفتی جعفر حسین صاحب قبلہ

امیر المومنین علیہ السلام اس ماہ رمضان میں باری باری اپنی اولاد اور عبد اللہ بن جعفر کے ہاں روزہ افطار فرماتے، غذا بہت کم ہو چکی تھی، چند لقموں پر اکتفا کرتے اور پوچھا جاتا تو فرماتے: احب ان یاتینی امر اللہ و انا خمیص۔ میں چاہتا ہوں کہ جب میری موت آئے تو میں خالی شکم ہوں۔ (تاریخ کامل جلد ۳ صفحہ ۱۹۵)

ماہ رمضان کی انیسویں شب کو حضرتؑ اپنی دختر جناب ام کلثومؑ کے ہاں تشریف فرما تھے، انھوں نے جو کی دو روٹیاں، ایک پیالہ دودھ کا اور ایک طشتری میں نمک رکھ کر پیش کیا۔ آپ نے اس کھانے کو دیکھا تو فرمایا کہ میں نے رسول اللہؐ کی پیروی میں کبھی گوارا نہیں کیا کہ ایک وقت میں دستر خوان پر دو قسم کی چیزیں ہوں۔ اے بیٹی دنیا کے حلال میں حساب ہے اور حرام میں عقاب۔ کیا تم یہ چاہتی ہو کہ تمھارا باپ دیر تک موقف حساب میں کھڑا رہے۔ ان دو چیزوں میں سے ایک چیز اٹھا لو۔ جناب ام کلثومؑ نے دودھ کا پیالہ اٹھا لیا اور آپؑ نے چند لقمے نمک کے ساتھ تناول فرمائے۔ کھانے سے فارغ ہو کر حسب معمول مصلائے عبادت پر کھڑے ہو گئے۔ مگر آج بار بار صحن میں نکلتے، آسمان پر نظر کرتے اور ڈوبتے اور جھلملاتے ہوئے ستاروں کو دیکھتے اور فرماتے۔

واللہ ما کذبت و لا کذبت و انہا اللیلۃ التی وعدت بہا۔ خدا کی قسم میں جھوٹ نہیں کہتا، اور نہ مجھے غلط بتایا گیا ہے۔ یہی وہ رات ہے جس کا مجھ سے وعدہ کیا گیا ہے۔

(صواعق محرقہ صفحہ ۱۳۴)

آپ کرب و اضطراب کی حالت میں کبھی سورۂ یاسین کی تلاوت کرتے کبھی انا للہ و انا الیہ راجعون اور کبھی لاحول و لا قوۃ الا باللہ العلی العظیم پڑھتے اور کبھی کہتے اللھم بارک لی فی الموت خدایا موت کو میرے لیے بابرکت قرار دے۔ ام کلثومؑ نے یہ کیفیت دیکھی تو عرض کیا کہ: بابا آج آپ اتنے پریشان حال کیوں ہیں؟ فرمایا کہ بیٹی آخرت کی منزل درپیش ہے اور میں اللہ کی بارگاہ میں جانے والا ہوں۔ ام کلثومؑ نے آنکھوں میں آنسو بھر کر کہا کہ بابا آج آپؑ مسجد میں تشریف نہ لے جائیں۔ جعدہ بن ہبیرہ موجود ہیں، انھیں حکم دیجیے کہ وہ نماز پڑھا دیں۔ فرمایا: لا مفر من قضاء اللہ۔ قضائے الٰہی سے بچ نکلنے کی کوئی صورت نہیں ہے۔ ابھی کچھ رات باقی تھی کہ ابن نباح مؤذن نے حاضر ہو کر نماز کے لیے عرض کیا۔ حضرت مسجد کے ارادہ سے اٹھ کھڑے ہوئے۔ جب صحن خانہ میں آئے تو گھر میں پلی ہوئی بطوں نے پر پھڑپھڑائے اور چیخنے چلانے لگیں۔ کسی نے ان بطوں کو

ہٹانا چاہا تو فرمایا کہ انھیں ان کے حال پر چھوڑ دو۔ ابھی کچھ دیر کے بعد نوحہ و بکا اور نالہ و شیون کی آوازیں بلند ہوں گی۔ امام حسنؑ یا ام کلثومؑ نے عرض کیا کہ بابا آج آپ کیسی باتیں کر رہے ہیں۔ فرمایا کلمۂ حق تھا جو میری زبان پر جاری ہو گیا ہے۔ پھر حضرتؑ نے ام کلثومؑ سے فرمایا کہ بیٹی یہ بے زبان جانور ہیں، ان کے آب و دانہ کا خیال رکھنا اور اگر ایسا نہ کر سکو تو انھیں رہا کر دینا، تاکہ یہ زمین میں چل پھر کر اپنا پیٹ پال سکیں۔ جب وہ دروازہ کے قریب پہنچے تو پٹکا کمر میں کس کر باندھا اور راجحہ انصاری کے یہ دو شعر پڑھے۔

اشدد حیازیمك للموت فان الموت لاقیکا

موت کے لیے کمر کس لو اس لیے کہ موت تمھارے سامنے آنے والی ہے۔

ولا تجزع من الموت اذا حل بوادیکا

جب موت تمھارے ہاں ڈیرے ڈالے تو اس پر بیتابی کا مظاہرہ نہ کرو۔

ام کلثومؑ نے آنسو بہاتے ہوئے باپ کو الوداع کہا، امام حسنؑ نے چاہا کہ مسجد تک حضرتؑ کے ہمرکاب جائیں، مگر آپؑ نے منع کر دیا۔ جب مسجد میں تشریف لائے تو مسجد تاریکی میں ڈوبی ہوئی تھی۔ آپؑ نے اندھیرے میں چند رکعات نماز پڑھی اور تعقیبات سے فارغ ہوئے تو خونریز سحر نمودار ہو چکی تھی۔ آپؑ گلدستہ اذان پر تشریف لے گئے اور صبح کی اذان دی۔ یہ آپؑ کی آخری اذان تھی جو مسجد سے بلند ہوئی اور کوفہ کے ہر گھر میں سنی گئی۔ اذان کے بعد الصلوٰۃ کہہ کر لوگوں کو نماز صبح کے لیے بیدار کرنے لگے۔ انہی لوگوں میں ابن ملجم بھی تھا۔ آپؑ نے اسے اوندھا لیٹے ہوئے دیکھا تو فرمایا کہ یہ شیطان کے سونے کا انداز ہے۔ داہنی کروٹ سو، جو مومنین کا شعار ہے، یا بائیں کروٹ لیٹ جو حکماء کا طریقہ ہے، یا پیٹھ کے بل سو جو انبیاءؑ کا طرز عمل ہے۔ اٹھ نماز پڑھ، اگرچہ میں جانتا ہوں کہ تو کس ارادہ سے آیا ہے اور کیا چیز زیر دامن چھپائے ہوئے ہے۔

حضرتؑ لوگوں کو بیدار کرنے کے بعد محراب عبادت میں کھڑے ہو گئے اور جب قافلہ صبح کی پہلی رکعت کے سجدہ سے سر اٹھایا تو شبیب بن بجرہ نے تلوار سے حملہ کیا مگر تلوار ستون مسجد سے ٹکرائی اور اس کا وار ناکام رہا۔ پھر ابن ملجم نے زہر میں بجھی ہوئی تلوار سر پر ماری جس سے فرق مبارک شگافتہ ہو گیا۔ آپؑ نے بیساختہ فرمایا: بسم الله و علی ملة رسول الله فزت و رب الکعبة۔ رب کعبہ کی قسم میں کامیاب ہو گیا ہوں۔ لوگو مجھے یہودیہ کے بیٹے ابن ملجم نے قتل کر ڈالا ہے۔ امام بمنزلہ روح کائنات اور جان عالم ہوتا ہے جب جان پر بنتی ہے تو اعضاء متاثر و مضمحل ہوئے بغیر نہیں رہتے۔ چنانچہ اس موقع پر آسمان کانپا زمین لرزی مسجد کے دروازے آپس میں ٹکرائے اور زمین و آسمان کے درمیان یہ آواز گونجی: تهدمت و الله ارکان الهدیٰ قتل ابن عم المصطفیٰ قتل الوصی المجتبیٰ قتل علی المرتضیٰ۔ خدا کی قسم رکن ہدایت گر گئے ابن عم رسول قتل کر دیے گئے وصی پیغمبرؐ مارے گئے، علی مرتضیٰ شہید کر دیے گئے۔ اس آواز نے کوفہ کی آبادی کو لرزا دیا۔ تمام شہر کانپ اٹھا۔

لوگ جوق در جوق گھروں سے باہر نکل آئے۔ امام حسنؑ اور امام حسین علیہما السلام سراسیمہ و پریشان حال مسجد کی طرف دوڑے جہاں لوگ پھوٹ پھوٹ کر رو رہے تھے اور چیخ چیخ کر کہہ رہے تھے کہ امیر المومنینؑ شہید کردیے گئے۔ فرزندانِ رسولؐ نے آگے بڑھ کر دیکھا کہ محراب مسجد لہو سے تر ہے اور حضرتؑ خاک و خون میں پڑے لوٹ رہے ہیں اور مٹی اٹھا اٹھا کر فرق مبارک پر ڈالتے اور اس آیت کی تلاوت فرماتے جاتے ہیں: منها خلقناكم و فيها نعيدكم و منها نخرجكم تارة اخرىٰ۔ ہم نے تمھیں زمین سے پیدا کیا اور زمین کی طرف پلٹائیں گے اور اسی سے دوبارہ نکالیں گے۔

امیر المومنینؑ کے چہرہ و سر کو خون میں رنگین دیکھ کر امام حسنؑ نے گلوگیر آواز میں کہا کہ بابا آپ کا خون کس نے بہایا ہے۔ حضرتؑ نے سر اٹھا کر حسنؑ کو دیکھا اور فرمایا: بیٹا پہلے نماز ادا کرو، چنانچہ امام حسنؑ نے نماز پڑھائی اور خود حضرت نے بیٹھ کر نماز ادا کی۔ نماز سے فارغ ہو کر حضرتؑ کو محراب مسجد سے صحن میں لایا گیا۔ اس متوحش خبر کو سن کر لوگ سمٹ کر مسجد میں جمع ہو چکے تھے۔ ہر چشم اشکبار اور ہر دل غم سے فگار تھا۔ امام حسنؑ نے قاتل کے بارے میں دریافت کیا تو فرمایا مجھے ابن ملجم مرادی نے قتل کیا ہے اور باب کندہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ ابھی اس دروازہ سے اسے لایا چاہتے ہیں۔ اتنے میں باب کندہ کی طرف سے شور اٹھا اور ابن ملجم گرفتار کر کے لایا گیا۔ مجمع غم و غصہ سے بے قابو ہو رہا تھا۔ آنکھوں سے غیظ و غضب کی چنگاریاں نکل رہی تھیں۔ اور ہر شخص اس پر لعنت بھیج رہا تھا۔ جب اسے امام حسنؑ کے سامنے لایا گیا تو آپؑ نے اس سے کہا کہ اے بدبخت و لعین تو نے امیر المومنینؑ کو قتل کر دیا ہے۔ کیا یہ ان احسانات کا بدلہ ہے جو انھوں نے ہمیشہ تم پر کیے۔ ابن ملجم سر جھکائے خاموش کھڑا رہا اور کسی بات کا جواب نہ دیا۔ امیر المومنینؑ نے غشی سے آنکھیں کھول کر اسے دیکھا اور فرمایا کہ اے ابن ملجم کیا میں تیرا اچھا امام نہ تھا، اور کیا میرے احسانات بھلا دیے جانے کے قابل تھے۔ اس پر ابن ملجم نے کہا: افانت تنقذ من فی النار۔ کیا آپؑ اسے چھڑائیں گے جو دوزخ کا سامان کر چکا ہو۔ اس کے بعد آپؑ نے امام حسنؑ کی طرف رخ کیا اور فرمایا کہ اے فرزند اگر میں زندہ بچ رہا تو مجھے اختیار ہو گا کہ اسے سزا دوں یا معاف کر دوں اور اگر اس ضربت کے نتیجہ میں چل بسا تو تم اسے قصاصاً قتل کر دینا اور ایک ضربت کے بدلے ایک ضربت لگانا اور قتل کے بعد اس کے ہاتھ پیر نہ کاٹنا، کیونکہ میں نے رسول خداؐ کو فرماتے سنا ہے: ایاکم والمثلة ولو بالکلب العقور۔ خبردار کسی کو مثلہ نہ کرنا اگرچہ کاٹنے والا کتا کیوں نہ ہو۔ اور اس کے ایام اسیری میں جو خود کھانا وہ اسے کھانے کے لیے دینا اور جو خود پینا وہ اسے پینے کے لیے دینا۔

اب لوگ حضرتؑ کو ہاتھوں پر اٹھا کر گھر میں لائے۔ گھر کے اندر اور گھر کے باہر کہرام بپا تھا۔ امام حسنؑ گریہ و زاری کی آوازیں سن کر باہر تشریف لائے اور فرمایا کہ اے لوگو امیر المومنینؑ فرماتے ہیں کہ تم اپنے اپنے گھروں کو واپس جاؤ۔ اصبغ بن نباتہ کہتے ہیں کہ لوگ

منتشر ہوگئے، مگر میرے دل نے گوارا نہ کیا کہ میں حضرتؑ کو دیکھے بغیر واپس جاؤں، وہیں پر کھڑا رہا اور جب امام حسنؑ دوبارہ باہر نکلے تو میں نے عرض کیا کہ فرزندِ رسولؐ میں امیرالمومنینؑ کو دیکھے بغیر جانا نہیں چاہتا۔ مجھے ایک نظر دیکھنے کی اجازت دی جائے۔ امام حسنؑ اندر تشریف لے گئے، اور کچھ دیر کے بعد باہر نکلے اور مجھے اپنے ہمراہ اندر لے گئے۔ میں نے دیکھا کہ حضرتؑ کے چہرے کی رنگت میں تمیز نہ کر سکا اور بیساختہ رونے لگا۔ حضرتؑ نے مجھے روتے دیکھا تو فرمایا کہ اے اصبغ روؤ نہیں، میں جنت کی طرف جا رہا ہوں۔ میں نے کہا کہ یا امیرالمومنینؑ مجھے معلوم ہے کہ آپؑ جنت میں جائیں گے مگر میں تو آپؑ کی مفارقت پر روتا ہوں۔ اب ہمارا کون پرسان حال ہوگا اور یتیموں اور بیواؤں کی کون دستگیری کرے گا۔ یہ کہہ کر اصبغ اٹھ کھڑے ہوئے اور حضرت پر نقاہت طاری ہوگئی اور غشی کے دورے پڑنے لگے۔ کبھی ہوش میں آجاتے اور کبھی بے ہوش ہو جاتے۔ امام حسنؑ نے دودھ کا ایک پیالہ پیش کیا۔ آپ نے کچھ پیا اور فرمایا کہ ابن ملجم کو بھی دودھ کا شربت دیا جائے۔

اس عرصہ میں کوفہ کے طبیب جمع ہوگئے، ان میں مشہور جراح اور ماہر طبیب اثیر بن عمرو سکونی بھی تھا، اس نے زخم کا جائزہ لینے کے بعد کہا کہ اس کاری ضرب سے جانبر ہونے کی کوئی صورت نہیں ہے۔ زہر آلود تلوار سے مغز سر بھی متاثر ہوا ہے اور جسم میں بھی زہر پھیل چکا ہے۔ یہ سن کر سب کو حضرت کی زندگی سے ناامیدی ہوگئی سینوں میں دل بیٹھنے لگے اور آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔

حضرت نے انیسویں اور بیسویں رات انتہائی کرب و تکلیف میں گزاری اور جب اکیسویں رات کا دو تہائی حصہ گزرا تو حالت دگرگوں ہوگئی، پیشانی پر موت کا پسینہ آیا اور کلمہ شہادت پڑھ کر جان جان آفرین کے سپرد کر دی۔ اور روح طیب عالم قدس کی طرف پرواز کر گئی۔ تقویٰ و راستبازی کا چراغ گل ہوگیا۔ علم و عمل کا آفتاب گہنا گیا، دنیا تیرہ و تار ہوگئی۔ افسوس جس کی زیست کا ہر لمحہ حق کی نصرت اور باطل کے خلاف جہاد میں گزرا ایک شقی ازلی کی تلوار سے مجروح ہو کر دنیا سے چل بسا اور جس کی زندگی کی راتیں محراب عبادت میں جاگ کر گزاریں لحد کا گوشہ آباد کرنے کے لیے ابدی نیند سو گیا۔

قتل ایک جرم ہے مگر قتل کی نوعیت مقتول کی حیثیت اور اس پر مرتب ہونے والے نتائج و اثرات کے اعتبار سے اس کی سنگینی اور سزا کے درجوں میں فرق ہوسکتا ہے۔ ایک عام فرد کا قتل جرم اور بڑا جرم ہے مگر قتل مومن اس سے بھی بڑھ کر جرم ہے۔ جس کی سزا نص قرآن کی رو سے دوزخ کا دائمی عذاب ہے اور امیرالمومنینؑ کا قتل تو ہر اعتبار سے سنگین جرم اور عظیم حادثہ تھا۔ جس نے دینی حدود کو پامال اور اسلامی قدروں کو مجروح کر دیا۔ اس لحاظ سے قاتل دنیا و آخرت میں شدید ترین عذاب کا مستحق ہوگا۔ یہ ایک عابد شب زندہ دار کا قتل تھا جو محراب مسجد میں اور سجدہ کی حالت میں واقع ہوا، جو اسلام کا پاسبان ثانی قرآن اور سراپا ایمان تھا۔

کوئی تو اٹھے جو مغربیت کی آج بڑھتی خزاں دبادے
کوئی تو ہو جو صدا سے اپنی یہ قوم سوتی ہوئی جگا دے
کوئی تو زینبؑ، کوئی تو زہراؑ، کوئی تو مریمؑ مزاج اٹھے
آج حوا کی بیٹیوں کو حجاب کرنا کوئی سکھا دے
مغربیت کے تنگ پنجروں میں کیوں مقید ہے آج مسلم
کوئی تو شبیرؑ آج اٹھے جو راز حریت انھیں بتا دے
آج ڈالر کی منڈیوں میں ضمیر مسلم بکا ہوا ہے
کوئی تو ان کے عظیم ذہنوں کو اوج سدرہ تلک اٹھا دے
آج مسلم بحر کی موجیں یوں قریہ قریہ بکھر گئی ہیں
کوئی تو اٹھے جو بکھری موجوں سے دریائے بے کراں بنا دے
جو کربلا میں سمٹ گیا تھا ہے پھر تلاطم میں بحر ظلمت
کوئی تو اصغرؑ سا پھول بچہ یہاں پہ ننھا دیا جلا دے
آج اقصیٰ کا صحن اقدس یہود پامال کر رہا ہے
کوئی تو بازو کٹا کے لوگو یہاں پہ اپنا علم سجا دے
نشیب مغرب کی چوکھٹوں پہ جبین مسلم ہے کیوں خمیدہ
کوئی تو ہو جو یہ جبین خودی سے اب آشنا کرا دے

قالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ مَنْ مَاتَ عَلَى حُبِّ آلِ مُحَمَّدٍ مَاتَ شَهِيداً، مَغْفُوراً، تَائِباً

اخبار غم

اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْن

① محمد رمضان جعفری آف شیرازی ٹاؤن سرگودھا رضائے الٰہی سے وفات پاگئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کے گناہ معاف فرمائے اور پسماندگان کو صبر کی توفیق عطا فرمائے۔

② حضرت علامہ محمد حسین نجفی دام ظلہ العالی کے گارڈ سید مشتاق حسین شاہ کی جواں سال بیٹی رضائے الٰہی سے وفات پاگئی ہے۔ اللہ تعالیٰ مرحومہ کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبر و اجر سے نوازے۔

③ حکیم غلام علی صاحب آف جھنگ کے جواں سال فرزند محمد علی رضائے الٰہی سے وفات پاگئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کی بخشش فرمائے اور پسماندگان کو صبر کی توفیق عطا فرمائے۔

④ سہیل عباس ولد الطاف حسین سکنہ کوٹ ادو حرکت قلب بند ہونے سے وفات پاگئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبر کی توفیق عطا فرمائے۔

⑤ مولانا قاری ظفر اقبال خطیب موضع چاندنہ کی ہمشیرہ رضائے الٰہی سے وفات پاگئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ مرحومہ کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبر کی توفیق عطا فرمائے۔

⑥ ماجد خان سابق متعلم جامعہ سلطان المدارس کی والدہ رضائے الٰہی سے وفات پاگئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ مرحومہ کی بخشش فرمائے اور پسماندگان کو صبر کی توفیق عطا فرمائے۔

⑦ سید ناظم حسین شاہ آف اجنالہ کے برادر سید غلام عباس رضائے الٰہی سے وفات پاگئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کے گناہ معاف فرمائے اور پسماندگان کو صبر کی توفیق عطا فرمائے۔

سند سفارت

حیدر عباس ولد متاع حسین مرحوم کو رسالہ ماہنامہ **دقائق اسلام** اور **جامعہ علمیہ سلطان المدارس الاسلامیہ** زاہد کالونی سرگودھا کا **سفیر** مقرر کیا گیا ہے حیدر عباس موصوف ماہنامہ **دقائق اسلام** کے بقایاجات وصول کرے گا، اور **جامعہ علمیہ سلطان المدارس** کے لیے مومنین سے صدقات واجبات وصول کرے گا نیز ماہنامہ دقائق اسلام کے لیے نئے خریدار بنائے گا مومنین سے تعاون کی اپیل کی جاتی ہے کسی بھی قسم کی رقم کی ادائیگی پر رسید ضرور حاصل کریں

منجانب آیت اللہ محمد حسین نجفی دام ظلہ العالی موسس و پرنسپل جامعہ علمیہ سلطان المدارس سرگودھا فون نمبر 0306-7872363

اہلِ ایمان کے لیے عظیم خوشخبری

ہم انتہائی مسرت کے ساتھ اعلان کرتے ہیں کہ حضرت آیت اللہ علامہ شیخ محمد حسین نجفی کی شہرۂ آفاق تصانیف بہترین طباعت کے ساتھ منظرِ شہود پر آچکی ہیں۔

1. **فیضان الرحمٰن فی تفسیر القرآن** کی مکمل دس جلدیں موجودہ دور کے تقاضوں کے مطابق ایک ایسی جامع تفسیر ہے جسے بڑے مباہاتکے ساتھ برادرانِ اسلامی کی تفاسیر کے مقابلے میں پیش کیا جاسکتا ہے۔ مکمل سیٹ کا ہدیہ صرف دو ہزار روپے۔
2. **زاد العباد لیوم المعاد** اعمال وعبادات اور چہاردہ معصومین کے زیارات، سر سے لے کر پاؤں تک جملہ بدنی بیماریوں کے روحانی علاج پر مشتمل مستند کتاب منظرِ شہود پر آگئی ہے۔
3. **اعتقادات امامیہ** ترجمہ **رسالہ لیلیہ** سرکار علامہ مجلسی جو کہ دو بابوں پر مشتمل ہے۔ پہلے باب میں نہایت اختصار و ایجاز کے ساتھ تمام اسلامی عقائد واصول کا تذکرہ ہے اور دوسرے باب میں مہد سے لے کر لحد تک زندگی کے کام انفرادی اور اجتماعی اعمال وعبادات کا تذکرہ ہے۔ تیسری بار بڑی جاذبِ نظر اشاعت کے ساتھ مزین ہو کر منظرِ عام پر آگئی ہے۔ ہدیہ صرف تیس روپے۔
4. **اثبات الامامت** ائمۂ اثنا عشر کی امامت و خلافت کے اثبات پر عقلی ونقلی نصوص پر مشتمل بے مثال کتاب کا پانچواں ایڈیشن۔
5. **اصول الشریعۃ** کا نیا پانچواں ایڈیشن اشاعت کے ساتھ مارکیٹ میں آگیا ہے۔ ہدیہ ڈیڑھ سو روپے۔
6. **تحقیقات الفریقین** اور
7. **اصلاح الرسوم** کے نئے ایڈیشن قوم کے سامنے آگئے ہیں۔
8. **قرآن مجید مترجم** اردو مع **خلاصۃ التفسیر** منظرِ شہود پر آگئی ہے جس کا ترجمہ اور تفسیر فیضان الرحمٰن کا روح رواں اور حاشیہ تفسیر کی دس جلدوں کا جامع خلاصہ ہے جو قرآن فہمی کے لیے بے حد مفید ہے۔ اور بہت سی تفسیروں سے بے نیاز کر دینے والا ہے۔
9. **وسائل الشیعہ** کا ترجمہ تیرھویں جلد بہت جلد بڑی آب وتاب کے ساتھ قوم کے مشتاق ہاتھوں میں پہنچنے والا ہے۔
10. **اسلامی نماز** کا نیا ایڈیشن بڑی شان وشکوہ کے ساتھ منظرِ عام پر آگیا ہے۔

منجانب: **منیجر مکتبۃ السبطین**

296/9 بی سیٹلائٹ ٹاؤن سرگودھا

Registered No. (G) H.C/722